الم یأن للذین آمنوا أن تخشع قلوبهم لذکر اللہ

کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں

القرآن
ترجمان

مرتبہ
ابو محمد مصلح کان اللہ له
حیدرآباد دکن

سالانہ پانچ روپے
فی پرچہ آٹھ آنے

جلد (۱) ترجمان القرآن ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۲ ہجری نمبر (۴)

خالی صفحہ

مَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

جس کی دید اُس کی عید

مَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ

نامۂ پاک وصل کی جس کے لئے رسید ہے
دید اُسی کی دید ہے عید اُسی کی عید ہے

راضی برضا ۔ "مصلح"

عالمگیر تحریکِ قرآن

قصیدہ در وصفِ قرآن حکیم

(مولانا اصغر علی صاحب روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

منتی دارد بقرآن سنتِ خیر البشر — زاں بیانِ ہر دو ربطِ شیر و شکر ساختند

اے کتاب اللہ اے کز آفتابِ حجتت — ظلمت آبادِ جہاں جانِ منور ساختند

عالمے جانِ نعاں را ہیں کہ از راہِ غرور — حجتِ تنزیل را افسانہ باور ساختند

داسے دورِ فلک بیں بے فروغانِ خرد — برقِ خرمن سوز را خورشیدِ انور ساختند

روانِ حکمت از ملکِ قدم تسخیر کرد — منزلِ خوش منظرِ جانش منور ساختند

خصوصیت گاہِ ملت ان بحق کردی نزول — حجتِ باطل پرستاں را مزور ساختند

نور میدانِ استدلال پا افشردہ — عرصۂ گیتی بہ برہانت مسخر ساختند

زاجمالِ تو آمد جانِ پاک [illegible] — نقشِ تفصیلات مبین تا چرخِ اخضر ساختند

[illegible] ہر دو را [illegible] — تشنگاں را از زلالت کام و لب تر ساختند

معنی انساں کہ رمزے بود از علمِ قدیم — در حجابِ لفظِ تنزیلت مستتر ساختند

[illegible] آلی — ہفت منزل را لسانِ ہفت اختر ساختند

[illegible] — اہلِ ایماں مر ترا با جاں برابر ساختند

[illegible] جہاں آشنا گل — مشرقِ خورشیدِ جاں را رشکِ خاور ساختند

[illegible] کہ از لطفِ نزول — عاصیانت حرزِ جانِ روزِ محشر ساختند

[illegible] بادی گم گشتگاں — عاقلانت منزل گاہ رہبر ساختند

عقلِ جزوی در بنا بر کُنہِ اعجازِ ترا / عقلِ کُلّی را بادراکش مصوّر ساختند

اے بحُسنِ لایزالی بُردہ دلہا را زِ دست / چشمِ تو طرفہ نازنین رعنا چہ دلبر ساختند

تو عیاں تر از عیانی و نہاں تر از نہاں / اہلِ دل این وصف از نسبت داور ساختند

مشکل از ہر مشکل و آسان ز ہر آسان ولے / در وضوح و در خفا برتر ز برتر ساختند

آنچہ از فیضِ ازل با انبیاء بخشیدہ اند / بے گماں در بحرِ تنزیلش مقدّر ساختند

تشنہ اے کز چشمۂ ماءِ معین یابد نشاں / گو چہ پاک است از شمر ہا را مکدّر ساختند

بگذر از ردّ و قبولِ مبحثِ ناسُوتیاں / کین دغل بازان غش اندر وحی زر ساختند

خود مگس طبعاں کہ حظے نیستشاں از علمِ حق / فلسفہ را برمثالِ وحی از بر ساختند

وائے بر تیرہ درو ناں کز سرِ جہل و غرور / یک نشستہ با پریا ہم پرِ تو خور ساختند

فلسفہ گر راست خواہی فلسفہ باشد ز ناس / اہلِ دانش خویشتن ابر از شرر ساختند

تو چہ دانی چیست قرآں اے ز معنی بے خبر / ستر ایں معنی بجانِ پاک مستتر ساختند

ہیچ دانی چیست قرآں حجتِ دینِ متین / کز برائے محوِ باطل شکل خنجر ساختند

خود پرستانِ محرّف ہمچو احبارِ یہود / امر بالمعروف حق را نہیِ منکر ساختند

اے کہ آگہ نیستی از مبداءِ ہستی ہنوز / بر معادت از کجا مردِ خبرور ساختند

حق بجبریلِ امیں داد و او با احمدؐ او بما / حبّذا اسناد کز حسنِ مطہر ساختند

عقلِ جزوی برنتابد روزِ ہیجا صولتش / گوئی از شمشیر بارانش مجدّر ساختند

از تنگر فیہای تو جبراں ملائک بر فلک / خود کجا لا تقنطی را غیر در خور ساختند

تو عروسی دان خرد از دودمانِ آگہی / کش ز شرعِ مصطفےؐ ہر صفتے زیور ساختند

بر تہ بد کوہ آثارِ شکوہ ہست اے عجب / قلب پر آئینہ را تا چہ منظر ساختند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ انقلاب کیونکر ہو؟

پچھلی دو بحثوں میں "انقلاب عظیم کی ضرورت" اور "دنیا کے ہر گوشے میں انقلاب کی ضرورت" پر روشنی ڈالی جا چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ درحقیقت ان انقلابات کی اشد ترین ضرورت ہے اور یہ جب تک نہیں ہوتا موجودہ مذہبی و اصلاحی جدوجہد سے وہ نہیں ہو سکتا جس کی ضرورت ہے۔

قرآن مقدس کی تعلیمات ان کی آنکھ پر لگنے والے اور آگے بڑھنے والے کے لیے راستہ صاف ہے اور اب ایک ہی سوال باقی رہ جاتا ہے کہ "یہ انقلاب کیونکر ہو؟" اس میں کوئی شک نہیں کہ آج جو عالم طاری ہے اور جو روزمرہ انسانوں کے خیالات پر مستولی ہے اور آج جس طرح سے ذہنیتیں منقلب ہیں ان کو دیکھتے ہوئے اس کو بڑے عزم اور استقلال سے کام لینا ہوگا کیونکہ مقابلہ علماء اور سلاطین کا ہی نہیں بلکہ دوسری قسم کے سارے قومی اور ملکی کارکنوں سے بھی نپٹنا ہے ان کے خلاف بھی جدوجہد کرنی ہے یعنی ایک طرح سے ان سب کے خیالات کو تبدیل کرنا ہے۔ ان کے روزمرہ کو بدلنا ہے ان کے سارے کیے ہوئے کام پر پانی پھیر دینا ہے اور حقیقی اصلاح کو اصل مقصد قرار دینا ہے اور بتانا ہے کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں اور معمولی بات نہیں بلکہ دنیا اور دنیا والوں سے مقابلہ کرنے کی مصداق ہے۔

موجودہ دنیا کی جو آج حالت ہے اس کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اگر انبیاء و مرسلین کی بعثت مبارک کا سلسلہ ختم نہ ہوتا تو یقیناً کسی اولوالعزم نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت تھی تاکہ وہ ایک مرتبہ پھر دنیا کے اندر اپنی پیغمبرانہ طاقت سے انقلاب فرما دیتے مگر ہمارا ایمان و یقین ہے کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے کہ یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

دنیا کے اندر انقلاب کی ضرورت ہے اور ختم نبوت ہو چکی" اس لیے ہمیں اب اس کا بدل تلاش کرنا ہے جو عالمگیر بھی ہو ہمہ گیر بھی ہو اور یقینی بھی ہو یعنی وہ انسانوں کے غور و فکر کا نتیجہ نہ ہو، انسانوں کی مدد کا محتاج نہ ہو بلکہ خدا کی طرف سے ہو اور اس کو روح القدس کی تائید حاصل ہو۔

ان سب اوصاف سے متصف اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر ایک چیز اور صرف ایک چیز ہے جس کا نام "قرآن" ہے وہ ایسی قوت ہے جو ہمالیہ سے بھی زیادہ قوی ہے اور جو اس سے ٹکراتا ہے وہ خود پاش پاش ہو جاتا ہے اور وہ ایسا سمندر ہے کہ جو کوئی اس سے مقابلہ کرتا ہے غرق ہو جاتا ہے

قرآن مجید صفت موصوف ہے کیونکہ وہ ہمہ صفت موصوف خدا کا کلام ہے اور صفت ذات سے الگ نہیں ہو سکتی پس اس کی صداقت کے ساتھ ہم اس بات کا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ اس کے اندر خدائی طاقت موجود ہے اور وہ جس کے پاس ہوتا ہے خدائی طاقت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ تنہا بھی ہو تو تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ایسی ذات ہے جو خالق ہے غالب و توانا ہے اور جس کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی اور ایسی ایسی ان گنت تیاں — اور دنیا والے بھی اس کے ایک چشم ابرو کے اشارے سے ختم ہو جائیں گے۔ ان بطش ربک لشدید فعال لما یرید۔ واللہ یفعل من یشاء وغیرہ صرف اسی ذات مبارک کی شان مبارک ہے۔

قرآن علم بھی ہے اور معلم بھی اور عمل کی طاقت پیدا کرا دینے والا بھی وہ جو کچھ دعویٰ کرتا ہے اس کا خود ہی ثبوت بھی پیش کرتا ہے اور اس کے نتائج کے برآمد ہونے کے لیے باہر سے کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی ناداروں کو وہ سب کچھ بخش دیتا ہے تہی دستوں کو مالا مال کر دیتا ہے ناتوانوں کو توانائی بخشتا ہے گرے ہوؤں کو اٹھاتا ہے سوتے ہوؤں کو جگاتا ہے پست کو بلند کرتا ہے اور مغلوب کو غلبہ بخشتا ہے۔

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے ان دعووں کے لیے قرآن مجید خود ہی ثبوت بھی ہے لیکن نئی روشنی والے اگر خارجی ثبوت بھی چاہتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی مبارک کی تاریخ کے صفحات پر مطالعہ کر سکتے ہیں کہ کس طرح

کم سے کم تاریخ پر تو ان کا ایمان ضرور ہے اگرچہ ہمارے لیئے ایمان بالقرآن کافی ہے۔

چونکہ ہر زمانہ کے لیئے خواہ وہ کسی قدر تہذیب ترقی اور علم و اختراع کا حامل اور علم بردار ہو ان سب کے لیئے قرآن مجید ہی معجزہ، حکمت اور رہنما و رہبر ہے اس لیئے جس طرح ہزاروں چیزوں کے تجربات کیے یہ بھی گویا ہمیں ایک تجربہ قرآن کے دعووں کے ثبوت کا اور ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرتا ہے کہ آخر دنیا چل ہی رہی ہے اس قرآنی انقلاب کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اپنے سوال پر دوبارہ غور کرے کیونکہ حقیقت حال سے کچھ ہیں اس نے غلطی کی ہے اور اگر عقل و فہم نے اسکو معذور نہیں کر دیا ہے تو ہم بھی سمجھا دے سکتے ہیں اس کے لیئے ہمارے پاس وہ امر ہیں جس سے کسی بڑے سے بڑے دہریہ کو بھی انکار کرنے کی مجال نہ ہوگی۔

دہریہ اگرچہ نہیں مانتا مگر عقل سلیم اور دنیا کا ایک بڑا حصہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ مخلوقات کا خالق کوئی ضرور ہے نظم عالم اور کائنات کا یہ عظیم الشان کارخانہ اور ساری سلیقہ شعاریاں ضرور ہیں اور اُن کا پورا ہونا ایک دوسرے کا مربوط سلسلہ کسی ذات علی الامر مطلق اور فہم و ادراک سے وراء الوراء ہستی کے ماتحت ہے اور وہی خدا ہے۔

چونکہ نوع انسانی کے ہر فرد کا خالق خدا ہے اس لیئے وہی اس کا مستحق ہے کہ ان سے جو چاہے کام لے اور جن چیزوں سے چاہے روکے کہ اسی غرض کے پورا کرنے کے لیئے قرآن ہے اس لیئے قرآن کے حکموں پر سر جھکانا گویا اپنے پیدا ہونے کے مقصد کو اور پیدا کرنے والے کے منشا کو پورا کرنا ہے لہٰذا بڑی وجہ انقلاب کی یہی ہے کہ ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔

دوسری وجہ جو ایک دہریہ کے لیئے بھی کارآمد اور ضروری ہے وہ یہ کہ اگر خالق کے منشا اور فرمان کے بموجب انسان زندگی بسر نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اپنی مرضی، جماعتوں کی رائے، پنچایتوں اور عدالتوں کے فیصلے، افراد اور حکومتوں کے احکامات کے سامنے سر جھکاتا ہے تو انسان ہو کر انسان کا محکوم بنتا ہے براہ راست یا بالواسطہ اپنے پیدا کرنے والے کا محکوم نہیں بنتا اور یہ بات انسانیت کے ارفع و اعلیٰ مرتبہ کے شایان شان نہیں۔ اسی نظریے کے دوسرے حصہ میں بڑی بات بھی پوشیدہ ہے کہ دنیا کی خواہ کوئی بڑی سے بڑی ہستی کی سلطنت اور قاعدہ و قانون کی۔

اتباع ہو اسکے نتائج صرف یہ نہیں کہ صحیح دین اور قرآن دنیا کے ساتھ ساتھ دین کے مرحلے بھی طے کراتا ہے یعنی دنیا کی بادشاہت بھی بخشتا ہے اور دوسری زندگی جس سے دہریہ کبھی منکر ہیں یعنی مرنے کے بعد کی خوشحالی کو بھی بحال رکھتا ہے۔

اگر دہریہ کہتا ہے کہ ہمکو اسکی ضرورت نہیں ہے اسکو کہنے دو کیونکہ وہ اپنا آپ خالق اور اپنا آپ چلانے والا ہے ہم دنیا کی گذر آبادی یہی چاہتی ہے کہ ہر کوئی ہے جسکا دل نہیں چاہتا کہ اسکو ایک ہی زندگی حاصل ہوتی جو اسکی من مانی ہوتی اور جسکی بہتری کبھی کم نہ ہوتی اور یہ معلوم ہے کہ اسکے لئے دنیا ہی نہیں ہے کیونکہ مشاہدات ہی کے شاہد ہیں کہ ایک موت ہی تو ہے جو سارا مزا کرکرا کرنے کیلئے ہی کیا کم ہے برعکس اسکے قرآن جس دوسری زندگی کی خبر دیتا ہے اسکو کہتا ہے کہ جس طرح وہاں کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں اسی طرح وہاں موت بھی نہیں ہے کیونکہ موت موت کے آنے سے چکی ہوگی یا موت حیات کی شکل میں بدل جائیگی۔ دوسری دنیا کی نعمتیں اور زندگی در حقیقت انسانوں کی خواہشات کا عکس ہیں اور عین مدعا انسانوں کا جو جی چاہتا ہے اسکو قرآن دوسری دنیا میں دلانے کا وعدہ کر رہا ہے پھر اس سے انکار کیوں؟۔

مشہور لطیفہ ہے کہ کسی دہریہ نے ایک خدا پرست سے پوچھا کہ دوسری دنیا کی بہار پر ایمان رکھنے سے کیا فائدہ خدا پرست نے جواب دیا کہ اگر سچ مچ کوئی دنیا ہے اگر تمہارے عقیدے کے مطابق مرنے کے بعد کچھ نہیں ہے تب بھی خدا پرستی سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہو سکتا لیکن اگر ہمارے عقیدے کے مطابق جنت اور جنت کی بہاریں موجود ہیں تو اس وقت ہم تو جنت میں ہونگے لیکن تمہارا عقیدہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا۔؟

اس جملہ معترضہ کے بعد تحلیل پھیری کہنا ہے کہ دوسری دنیا کی بہتری جو کچھ وعدے قرآن مجید میں ہیں وہ انسان کی فطرت کی پیاس اور انسان کی خواہشات کے مطابق ہیں اس سے انکار اور محرومی حقیقی نقصان ہے جیسا کہ { ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر }

میں کچھ اوپر کہا گیا ہے دراصل عام انسان کی ضروریات چند بنیادی دلائل کے پیش کر دی گئی ہیں ہم ان سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا جو کچھ آج ہے وہ یہ کبھی کامل نہیں ہے، موجودہ نظام کامکمل نہیں ہے خدا کی مرضی کا پتہ لگانے کا اہل نہیں ہے لہذا انقلاب عظیم کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں انقلاب عظیم کی ضرورت ہے اور دنیا کے ہر گوشہ میں انقلاب کی ضرورت ہے اور یہ سوال بھی حل ہو چکا کہ یہ "انقلاب کیونکر ہو"۔ یعنی کہنا یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے، جو قرآن والی جماعت ہو قرآن کا حربہ لیکر قرآن کی روشنی میں آگے بڑھے اہل عزم و استقلال کے ساتھ قرآن کو سامنے رکھکر ہر طرف سے آنکھ بند کر کے زندگی میں چراغ قرآن پر عمل پیرا ہو قرآن اسکی خوبیاں ابھار اور ان اسباب کے فراہم کرنے کے اسباب فراہم کردیگا جن سے انقلاب عظیم برپا ہو روئے زمین پر حکومت الہی قائم ہو جائے، انسان عبدیت الہی کا جامہ پہن لے۔ اور دنیا محبت الہی سے ارضی بہشت بن جائے۔

عبرت

جوش ملیح آبادی

اک گدا کی زبان پہ ہے قرآن — واہ کیا شانِ کبریائی ہے
کل فروغِ حیات تھا جو کلام — مُردنی اُس پہ آج چھائی ہے
جرسِ کارواں تھا کل جو سخن — آج آہِ شکستہ پائی ہے

کل جو قرآن تھا افسرِ شاہی
آج وہ کاسۂ گدائی ہے

ایمان اور قرآن

(ابو محمد مصلح)

اسلام کے اصول پہ ایقان ہی نہیں — ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان ہی نہیں
اگلوں کی آن اگلوں کی وہ شان ہی نہیں — راہِ خدا میں مٹنے کا ارمان ہی نہیں
جیتے ہیں اس طرح سے کہ مرتے ہوں جس طرح — اجسام ہر طرف ہیں مگر جان ہی نہیں
کیا ذکر آج کا کہ نہیں خیر کل کی بھی — بنتی ہے جس سے قوم وہ سامان ہی نہیں

لے دے کے ایک چیز تھی وہ بھی نہیں رہی آہ!
یعنی کہ پاس آپ کے قرآن ہی نہیں

حبل اللہ

(مولانا محمد السورتی)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور اللہ کی رسی کو سب متحد ہو کر مضبوط پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بن جاؤ

امم و اقوام عالم میں جس قدر غور و فکر کیجئے اور اُس کے اسبابِ ترقی و تنزل پر نظر دوڑائیے بالآخر اس نتیجہ پر پہونچنا ہوگا کہ ان سب کے اسباب علل متفرق تھے کسی نے دنیاوی اور ظاہری ترقی کی تو کسی نے روحانی اور باطنی ہر دو قسم کی جامع ترقی صرف "اسلام" میں پائی جاتی ہے جہاں دین و دنیا کو جسم و روح کی طرح یکجا کیا گیا جس کی تعلیم میں روح کی تربیت کے ساتھ جسم کی تقویت بھی ملحوظ رکھی گئی، یہی وہ کامل قانون ہے جس میں ہر قسم کی اصلاح کے طریقے بیان کئے گئے ہیں اور ہر طریقہ کے واسطے متعدد نمونے اور مثالیں ساتھ ساتھ پیش کر دیئے گئے ہیں تاکہ عمل کرنے والوں کے لیے پورا سامان مہیا ہو جائے اور کسی نکتہ نو قسم تاویل و تحریف کا موقع باقی نہ رہ جائے۔

اگر اسلام کی تعلیم کا لب لباب و خلاصہ مطلوب ہے تو آیہ واعتصموا بحبل اللہ پڑھو، اس کے مطالب پر نظر ڈالو، پھر اُس کو اپنی زندگی کا پائدار و مستقل دستور العمل بنا لو!۔

"حبل اللہ" یہی قرآن مجید ہے جو ہدایت کا مخزن، ترقی و فلاح کا منبع اور کمال انسانی کا بہترین مجموعہ قوانین ہے۔

اعتصام بحبل اللہ سے اتحاد، الفت اور اخلاص پیدا ہوگا جو کسی امت و جماعت کی نشأت و ترقی کا ضروری جزو اور اصل اصیل ہے، ہر ایک مسلم کے لیے قوم، ذات، ملک و جہات کسی طرح اتحاد

واجتماع کا اصلی سبب نہیں ہو سکتا، اس کے لیئے صرف "قرآن" اور "اسلام" ہی وہ واحد سلسلہ ہے جس میں الفت واخوت قائم ہو سکتی ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کی بدولت اسے استحکام و قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ اعتصام کے ساتھ تفرق سے ممانعت فرما کر اس حقیقت کو واضح کیا گیا کہ محض ظاہری اتحاد و الفت کا دعویٰ، یا اسلام و قرآن پر عمل درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ صمیم قلب سے یہ کام انجام نہ پائے اور اس کی وجہ سے صحیح اخوت و اتحاد پیدا نہ ہو جائے، اگر اعتصام کے ساتھ تفرق و اختلاف ہے تو وہ اعتصام ہی صحیح نہیں، نہ اس کا اثر قلب و جوارح پر ہو سکتا ہے نہ اس کا ضروری نتیجہ (دینی و دنیوی ترقی) برآمد ہو گا۔ یہی وہ مرض ہے جس سے نظام میں خلل اور نقصان واقع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ لا علاج بن جاتا ہے آج مسلمانان عالم میں یہی تفرقہ پردازی اپنا کام کر رہی ہے اسی کی بدولت تمام عملی قوتیں معطل اور اصلاح کی سعی بیکار ہو رہی ہے۔!

درحقیقت اگر اس علت کا کوئی علاج ہو سکتا ہے تو وہی حبل اللہ سے اعتصام یعنی قرآن مجید کی طرف رجوع، اس کو اپنا حکم بنانا، اس کی اشاعت و تعلیم پر پوری قوت صرف کرنا اس کے واسطے بہتر سے بہتر اور آسان سے آسان طریقے اختیار کرنا یہ وہ نیک اور اعلیٰ ترین عمل ہے جس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حسب ذیل اعلان فرمایا:- "خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" اخرجہ البخاری وغیرہ "تم لوگوں میں وہ سب سے بہتر ہیں جو خود قرآن کا علم حاصل کریں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں"۔ پس اس قطعی فیصلے کے بعد دنیا میں تعلیم قرآن سے بہتر کوئی عمل کیونکر ہو سکتا ہے!

حبل اللہ سے اعتصام بھی اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس سے واقفیت ہو اس کے مطابق عمل کر سکے، اس کی مخالفت سے باز آئے، اور یہ سب باتیں بلا تعلیم ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمادے۔

نسخۂ کیمیا

(از جناب عبد القیوم انصاری - ڈہری صوبہ بہار)

اب یہ کہنے کا تو وقت نہ اس کے اعادے کا حاصل کہ مسلمان کس کس مرض کے شکار ہیں!۔ مسلمانوں کی تنزل کے اسباب و علل کیا ہیں؟ ان میں جہالت کیوں عام ہو رہی ہے؟ ان میں دولت کیوں مفقود ہے؟ جوش دینی اور ولولہ مذہبی کی جگہ سرد مہری اور ریاکاری نے کیوں لی؟ عمل کی سرگرمیاں کیوں کر ٹھنڈی پڑ گئیں؟ "انما المؤمنون اخوۃ" کا سبق کیوں دماغ سے اتر گیا اور بغض و نفاق کا آپس میں کیوں بازار گرم ہے؟ جن کو نمونۂ خلقِ محمدی ہونا چاہیے تھا وہ آج کیوں بد خلاقی کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں؟ آج بھی ایک خدا ایک رسول ایک قرآن ایک قبلہ کے ہوتے اسلام میں تفریق اور فرقہ پسندی کیوں نمودار ہے؟۔ مرض اور معالجین بیماری کے رگ و ریشے سے واقف ہو چکے ہیں لیکن سوال یہ آن پڑا ہے کہ علاج ہو تو کیونکر ہو اور کس طریقے سے ہو۔ ہر معالج اپنے طریقہ کو عمدہ اور بہتر خیال کر رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے تجارت و زراعت ہی میں ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ تعلیم و تعلم ہی سے ہم ترقی کا زینہ بن سکتے ہیں۔ کوئی اشاعت و تبلیغ اسلام تو کوئی سوراج و آزادی ہی سے فلاح و بہبود کا یقین رکھتا ہے۔ کوئی تعلیم و تعلم تو کوئی ورزش اور ازدیاد قوتِ جسمانی ہی کو واحد ذریعہ نجات سمجھے بیٹھا ہے۔ غرض جتنے دماغ اتنی رائیں جتنے منہ اتنی باتیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر چیز علیحدہ علیحدہ ہماری توجہ کی محتاج ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ یکسر بھی ہمارے مرض کا اصلی علاج نہیں کیونکہ اصول علاج کے مطابق نہیں۔ مگر مریض جو حصولِ تندرستی کی آس میں بیٹھا ہے کبھی ایک حکیم کا نسخہ آزماتا ہے اور اگر اس سے فائدہ نہیں پہنچا تو پھر اگر دوسرے کی بتائی ترکیب عمل کرنے لگ جاتا ہے لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی داروئے شفا نہیں بلکہ یہ چند عطائی نسخے اور ٹوٹکے ہیں جنہیں ہم

اصلی معالجہ سمجھ کر ان کی طرف رجوع ہو جاتے تب پھر آخر علاج کیا ہو اور کیسے ہو؟ -

---

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے قبل قوم عرب کے پاس بظاہر ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہ تھی جس کو حصولِ سعادت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے نہ اس میں کسی طرح کا علم تھا نہ حصولِ علم کا کوئی ذریعہ نہ اس کے پاس دولت تھی نہ حصولِ دولت کے اسباب۔ اس کے پاس طاقت تھی نہ حصولِ طاقت کے لئے ملک کی آب و ہوا مناسب۔ نہ ملک تھا نہ حکومت تھی نہ اتفاق تھا نہ یکجہتی تھی۔ ایک قوم تھی جو اگرچہ صورت میں انسان تھی مگر واقعتاً اس کے وحشیانہ عالم کے سے تھے نہ اس پر تہذیب و تمدن کا سایہ پڑا تھا نہ علم و ہنر کا آفتاب چمکا تھا سارے ملک میں درندگی اور وحشیانہ پن کا دور دورہ تھا۔ یہ عرب کا نقشہ ہے کہ ابھی خورشید قرآن نے عرب کے تاریک کناروں پر اپنی منور کرنے والی کرنوں سے ضیا پاشی نہیں کی تھی۔

لیکن اب قرآن پاک نازل ہو چکا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ضعیف اور خستہ حال تھے اور تعداد میں گنتی کے چند ہاتھوں میں طاقت تھی نہ اچھے آلاتِ حرب تھے۔ نہ کھانے کو روٹی تھی نہ جسم پر سالم کپڑے تھے ان کی کائنات لے دے کے جو کچھ تھی وہ یہی قرآن تھا اور بس مگر وہ اپنی ان تمام کمزوریوں اور ماندگیوں کے باوجود اس قرآن کا علم لے کر اٹھے۔ اس کی تعلیم پر خود عمل کرنے کی کوشش کی اور سارے جہان کو اس پر عمل کی دعوت دی پھر نتیجہ کیا ہوا؟ -

فقط اس قرآن کی تعلیم کا اثر تھا کہ صرف بیس سال کے تھوڑے عرصہ میں عرب کے بت پرست وحشی جاہل لوگ دنیا میں سب سے زیادہ خدا پرست سب سے زیادہ متمدن سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور سب سے زیادہ طاقتور بن گئے۔ اسی قرآن کی تعلیم کا یہ معجزہ اور کرشمہ تھا کہ یہ دنیا کی سب سے زبردست قوم سمجھے جانے لگے ایران مصر اور شام کی قدیم اور قومی سلطنتیں ان کی طاقت کے سامنے جھک گئیں قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج ان کے قدموں تلے آگئے اور محض تھوڑی سی مدت میں عالم کا نقشہ بدل گیا۔ اس قرآن کی

تعلیم نے نہایت جلد ان عندوں کی سی خصلت رکھنے والوں اور وحشت و بربریت کے پیکروں میں ایسے کامل ترین اخلاق پیدا کر دیے کہ ایک طرف تو چند سال کے عرصے میں دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں نے متفقہ طور سے ان کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا اور دوسری طرف وہ سب سے زیادہ خدا پرست بن گئے اور ایسے زبردست خدا پرست کہ خدا کے احکام کی تعمیل کے لیے وقت اور دولت کی تو حقیقت ہی کیا۔ نہایت گرمجوشی اور مسرت سے جان دینا اپنی بہترین سعادت اور کامیابی سمجھنے لگے۔

ہماری مذہبی کتاب کی تعلیم تو ایسی ہے کہ غیر مذہب والے بھی اس کے ان اوصاف کے قائل ہیں کہ اس پر عمل کرنے والے سب سے زیادہ مہذب سب سے زیادہ متمدن اور سب سے زیادہ کامیاب و کامران ہوں گے۔ اس تعلیم کا تجربہ ہو چکا ہے اس کے نتائج مشاہدے میں آ چکے ہیں۔ باوجود اس کے یہ تعلیم اب بھی قرآن میں موجود ہے اور ہم نہایت خراب و خستہ حالت میں ہیں۔ ہم مریض ہیں اور تمام دنیا میں نہایت پست اور کمزور ہیں۔ آخر کیوں؟۔

سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو اس طرح سمجھ کر پڑھنا چھوڑ دیا ہے جس طرح سمجھ کر پڑھے جانے کا وہ مستحق ہے اس کا بدیہی اور لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم قرآنی احکام سے غافل ہو گئے جوش عمل مفقود ہو گیا حقیقی ولولۂ دینی اور روحانیت میں کمی آ گئی اور ان اسباب سے خلوص جاتا رہا اور اخلاق تباہ ہو گئے اور اخلاق کے ماؤف اور خلوص کے معدوم ہو جانے سے ہم کوئی کام بھی کما حقہ سرانجام دینے کے قابل نہیں رہے۔ تمام دنیاوی سعادت کا راز انہیں تعلیمات الٰہیہ کے اندر پوشیدہ ہے ان پر عمل موجب رحمت و موافقت الٰہی اور ان سے اعراض موجب شقاوت و ضلالت جب مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم پر عمل کیا تو ان کے لیے تمام سعادتیں وقف تھیں لیکن جب تعلیم صرف زبانی اقرار تک محدود رہی عملی اتباع سے بے پروائی ہو گئی تو ہم

قوم کی نحوست اور بدبختی اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ مسلمانوں کا ایک حصہ تو قرآن مجید کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہے اور دوسرا حصہ اس تریاق کو غلط طریقے سے استعمال کر رہا ہے کیونکہ آج بہت سی جگہوں میں قرآن کی تعلیم ہی نہیں دی جاتی اور جہاں دی بھی جاتی ہے تو وہ قرآن کی حقیقی تعلیم نہیں ہوتی ہمارے اسلامی مدرسوں میں یہ دردناک منظر دیکھا جا سکتا ہے جہاں عام طور پر تقریباً سارا وقت صرف نحو اور منطق وغیرہ فنون کی تکمیل میں صرف کرایا جاتا ہے اس لیے قرآن پاک کی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی حاصل نہیں ہوتا

قرآن کی تعلیم کچھ مشکل نہیں جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اس کے طریقے قرآن نے خود بتلا دیئے ہیں اور بہترین اور سب سے آسان طریقہ حصول تعلیم کا جو بتلایا وہ یہ ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

اس لیے قرآن حکیم کے معنی و مطلب آسانی سے جاننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور نمونہ ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ؟ — ہم نے قرآن کو لوگوں کی نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے۔؟

دوسری جگہ فرمایا:۔

غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ — اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں تاکہ لوگ ڈریں۔

ان ارشادات الٰہی سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی تعلیم بالکل سہل ہے اور یہ کہ قرآن کسی خاص طبقہ یا صرف علماء و فضلاء ہی کے لیے نہیں آیا ہے بلکہ یہ اپنے مخصوص انداز میں فرداً فرداً ہر بنی آدم کو دعوت عام دے رہا ہے کہ آؤ آسانی کے ساتھ میری تعلیم حاصل کرو کیونکہ مجھ میں کسی طرح کی دشواری اور پیچیدگی نہیں۔ اس کے بعد کیا اب بھی کسی حیلے بہانے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟۔

یورپ اور قرآن

از جناب ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب (لندن)

(مترجمہ مولوی عزیز احمد صاحب بی۔اے)

مجلس تحریک ترجمۂ قرآن ممالک غیر محروسہ سرکار عالی کے ماہانہ اجلاس (موخرہ ۱۷ شعبان ۱۳۵۱ھ) منعقدہ "سیف گلشن" دولتکدہ نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان الملک صدر مجلس کو رکی اس تقریر کا ترجمہ ہے جو الحاج جناب نواب فخر یار جنگ بہادر معتمد فینانس کی صدارت میں جناب مولانا ڈاکٹر خالد شیلڈرک پریسیڈنٹ ویسٹرن اسلامک اسوسی ایشن (لندن) نے بزبان انگریزی معززین تعلیم یافتہ کے سامنے کی تقریر اصل زبان میں پمفلٹ کی شکل میں الگ سے شائع ہو چکی ہے تاہم ضرورت تھی کہ اردو کا جامہ بھی پہنا دیا جائے تاکہ خصوصیت کے ساتھ تقریر کے ان ہر دو حصہ کی ایک مرتبہ پھر تکرار ہو جائے جس میں غیر مسلموں کے ترجمہ کی لائی ہوئی آفت اور خاص کر کسی مسلم کے ترجمہ قرآن کی جلدیں بطور امداد کے یورپ میں پہنچانے کی تجویز پر غور کرنے اور اس میں شریک ہونے کا ناظرین ترجمان القرآن کو بھی موقع مل سکے۔

مجھے اپنے اسلامی بھائی مولانا ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب کی تجویز سے پوری ہمدردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے ذریعہ سے قرآن مقدس کی مجلدات بکثرت یورپ میں پہنچ جائیں۔ (مترجم)

جنابِ صدر اور برادران!

آپ نے مجھے یہ درخواست کر کے عزت بخشی ہے کہ میں بحیثیت ایک مغربی باشندے کے قرآنِ پاک کے متعلق اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کروں۔ میں نے اس مقدس کتاب کے متعلق سنہ ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۳ء میں مسٹر سیل کے ترجمے سے کچھ معلومات حاصل کیں۔ لیکن مجھے اس سلسلے میں سب سے پہلے کہہ دینا چاہیے کہ جب میں نے صاحب موصوف کا لکھا ہوا طولانی دیباچہ پڑھا تو پہلی سورہ کی تلاوت سے پہلے ہی اصل متن سے کچھ نفرت سی پیدا ہو گئی کیونکہ دیباچہ میں اس مقدس کتاب کو کچھ تو انجیل کی نقالی اور کچھ عرب کی نقالی روایتوں کا مجموعہ بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ سیل کے بیان کے مطابق قرآن عربی ادب کی ایک معیاری کتاب کی شکل میں پیش

کی ہوئی چیز ہے جس کی معاشرتی اور مذہبی نقطۂ نظر سے کوئی قدر و قیمت نہیں۔ سیل صاحب نے متن کی بہت سی غلطیاں بتلانے کی کوشش کی ہے اور پیغمبروں کے متعلق عموماً اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق خصوصاً پراگندہ اور نامکمل چٹکلے بھی بیان کیے ہیں۔

بہرحال میں نے متن کا مطالعہ شروع کیا اور پہلی ہی سورۃ کے پڑھنے سے مجھ پر ایک کشف کا عالم طاری ہوگیا۔ میں اظہار خیال کی پاکیزگی سے بے انتہا متاثر ہوا اور اس عظیم الشان دعا کے ساتھ جسے اب میں اپنی روزانہ نمازوں میں دہرایا کرتا ہوں اپنی ذات کو بالکل ہم آہنگ پایا۔ اس کے بعد جب دوسری سورۃ پر پہنچا تو مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں نے اس کی ابتدائی چند آیتوں سے اسلام کی روح پر ادراک حاصل کرلیا ہے عمل اور ایمان میرے خیال میں سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیتوں کا صحیح مفہوم ہیں۔ پھر میں ایک ایسی آیت پر پہنچا جس سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ اسلام اور صرف اسلام ———— ہی ایسا مذہب ہے جو دنیا میں حقیقی اخوت اور ہمدردی کی نشر و اشاعت کا حامل ہے اور جو دوسرے مذاہب سے تعارض نہیں کرتا۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔ ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ اس سے مجھے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ اسلام میں خدا کا تصور کسی ایسے ایک قبیلہ کے چھوٹے دیوتا کا نہیں ہے جو ایک مختصر سے گروہ کے لیے جسے وہ اپنے معتقدین کا گروہ سمجھتا ہو لڑتا جھگڑتا نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کا خدا عامۃ الناس کا خدا ہے جو بحیثیت مجموعی سب کا خالق بھی ہے اور ان کا رازق بھی۔ اس سے پہلے قرآن کریم کی پہلی سورۃ کا جملہ رب العٰلمین یاد آگیا جس کے معنے تمام عالموں کا پیدا کرنے والے اور پالنے والے کے ہیں۔ گویا اسلام بحیثیت ایک فطری مذہب کے ہمارے اس مختصر سے سیارے زمین تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اور نگہبانی کرنے والا ہے جو ان بے شمار ستاروں میں موجود ہیں جو ہمارے نظام شمسی کے علاوہ معلوم و نامعلوم نظام ہائے شمسی کے اطراف گردش کر رہے ہیں۔ اور درحقیقت یہی اس عقل کامل اس عظیم صناع اس ذات لامتناہی کا صحیح

مفہوم ہے جو تمام خلا و ملا پر محیط اور حاوی ہے۔ اور صرف یہی الفاظ اس خدائے بزرگ و برتر کو سمجھنے کا صحیح نقطۂ نظر پیش کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اس کے بعد میں نے پڑھا "وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" جس میں نقطہ سمجھایا گیا ہے کہ فاصلہ، وقت، مقام اور قوم کی تعریفیں بے حقیقت ہیں اور یہ کہ صفات خداوندی ہر سمت کو گھیرے ہوئے ہیں ان امور کے ساتھ ساتھ ظاہر کی ایک ایسی عملی شکل کی بھی ضرورت ہے جو صحیح روحانی عبادت کی ہدایت کی جس سے مسلمانوں کا آفتاب پرست یا بت پرست فرقوں کی طرح بننا ناممکن ہو جاتا ہے وہ آیت یہ ہے۔ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ۔ اس آیت شریف کے پڑھنے کے بعد میری آنکھوں کے سامنے ان لوگوں کا ایک نقشہ کھینچ گیا جو شمال و جنوب اور مشرق و مغرب ہر چہار سمت سے ایک مرکز کی جانب اپنا رخ کئے ہوئے ایک عظیم الشان حلقہ بنائے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ایک غیر مرئی ہستی کی عبادت اور تخیل کے متحدہ اظہار کی قوت کو سمجھ سکتے ہیں نیکی کے اس زبردست حلقہ کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ پھر آیت ۱۷۷ میں یہ نظر آیا کہ اگرچہ ہمارے لئے بعض مقررہ احکام کی تعمیل ضروری ہے مگر یہ نہیں چاہیے کہ اپنی عبادت کو بے جان اور بے معنی اشاروں یا اقوال کی پست صورت ہونے دیں جیسا کہ ارشاد ہوا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن ... ظاہر ہے کہ ہمیں اس ایک آیت میں خالق اور مخلوق دونوں کی خدمت کرنے کی تاکید کی گئی ہے اس لئے کہ ایمان بغیر عمل بے کار کہا جا رہا ہے۔ مجھے اس موقع پر محسوس ہوا کہ اسلام روحانی اور اخلاقی ہر دو نقطۂ ہائے نظر سے ہر مرد اور ہر عورت کی رہنمائی صراط مستقیم پر کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے یا یوں سمجھئے کہ مجھے سیل، میور اور دیگر یورپی مؤلفین کی نیتوں میں شبہ ہونے لگا۔

میں نے قرآن مجید کی چند آیتوں کا ترجمہ اس کتاب میں پڑھا جو مسیحی معلومات کی نشر و اشاعت کی مجلس کی جانب سے شائع ہوئی تھی اور جس کا نام قرآن تھا میں نے یہ دیکھا کہ اس ترجمہ میں ایک مشنری مبلغ اور پادری نے سیل کی مکاریوں کا اعادہ کیا ہے۔ چنانچہ اب میرے لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں نہایت

احتیاط کے ساتھ ترجمہ کا مطالعہ کروں۔ اس لئے کہ میرا دل اس مقدس کتاب سے ایک نہ رکنے والے جذبے کے تحت متاثر ہو چکا تھا۔ آگے چل کر مجھے پتہ چلا کہ موجودہ تمدن کی دو بدترین لعنتیں یعنی شراب اور قماربازی اس عظیم الشان کتاب میں قطعی طور پر ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ اس بارے میں اس کے احکام دوسری جملہ مذہبی کتابوں کے متضاد احکام کے بخلاف بالکل واضح اور بین ہیں۔ مجھے ہر اس موقع پر قرآنِ پاک کے اس تفوق کا احساس ہونے لگا جو اسے اپنے پیشرو صحائف آسمانی پر حاصل ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں ان دونوں کے تنزل اور تخریب کے دو بدترین ذرائع معدوم کر دیئے گئے ہیں۔

یہاں میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس مختصر سی تقریر میں ہر آیت اور ہر سورہ کے متعلق اظہار خیال کروں بلکہ میں صرف قرآن شریف کی ان خوبیوں کا تذکرہ کرونگا جن سے میں بیحد متاثر ہوا۔ اس وقت تک میں نے مسلمانوں کی لکھی ہوئی ایک کتاب بھی نہ دیکھی تھی اور نہ ہی کبھی کسی مسلمان سے ملاقات یا مراسلت کی تھی۔ میں دائرہ اسلام میں نصرانی تصانیف کے توسط سے اس توفیق کی وجہ سے داخل ہوا جو خدا نے مجھ میں ودیعت کی تھی نیز یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ میں اس زمانہ میں تن تنہا تھا۔ ضلالت کی قوتیں مجھے گھیرے ہوئی تھیں میرا ایسا کوئی دوست یا ہمنوا نہ تھا جو مجھے صحیح راستہ بتلاتا یا میرے مطالعہ میں حوصلہ افزائی کرتا۔

اس کے بعد میں نے آیت الکرسی کی تلاوت کی جس میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ اور پاکیزہ ترین تصور نظر آئی۔ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مطالعہ قرآن کے ابتدائی درجہ میں ہی مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ حقیقت یہی وہ کتاب ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ ایک مغربی باشندے کے دل پر آیت الکرسی کے الفاظ یقینی اور پرشوکت آواز کے ساتھ اپنا اثر کرتے ہیں۔ اور اس ایک آیت میں ایک اوسط فہم کے آدمی کے لئے بھی خدا کے تصور کا وہ خلاصہ موجود ہے جسے ہر فرد سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کے لفظ کے پردے میں وہ روحانی رشد و ہدایت موجود ہے جس سے اہلِ بصیرت صبر و سکون اور روحانی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔

آیت الکرسی کے بعد ہی ایک اور آیت ہے جس میں تحمل اور رواداری کا ایسا حکم موجود ہے جو

آج تک کسی مذہب کی جانب سے انسانیت کو عطا نہیں کیا گیا یعنی لا اکراہ فی الدین۔ کائنات میں کوئی ایسی شریعت موجود نہیں ہے جو کسی ایسی کتاب پر فخر کر سکے جس میں ضمیر کی اس قدر مکمل آزادی کا اعلان موجود ہو اور میرے خیال میں صرف اسی ایک آیت نے ہر زمانے میں کروڑوں انسانی جانوں کو بچایا ہے مسلمانوں پر یہ لازم گردانا گیا ہے کہ وہ تبلیغ کریں اور ان لوگوں کے ساتھ تحمل اور رواداری کا برتاؤ کریں جو ان سے اختلاف کرتے ہیں! اقتدار کے باوجود انہیں یہ نہیں چاہیے کہ کسی پر بجبر اسلام کو ٹھونسیں اور میری نظر میں صرف یہی ایک واقعہ کہ آج ہم ایک ایسی ریاست میں ہیں جس کا فرمانروا ایک مسلمان ہے اور اس کے باوجود اس کی رعایا کی اکثریت غیر مسلموں کی ہے جو ہمارے مذہب کی حیرت انگیز قوت رواداری کا بہترین ثبوت ہے میں نے گولکنڈہ کا قلعہ بھی دیکھا ہے جس میں ہندوؤں کا مندر موجود ہے۔ پھر صدر اعظم بہادر کو ہی لیجئے جو اسلام کے پیرو نہیں ہیں جن سے مجھے متعدد مرتبہ گفتگو کر کے مسرت حاصل ہوئی اور جنہیں ہر متنفس عزت احترام کی نظر سے دیکھتا ہے میں بغیر کسی مزید تفصیل کے اس عظیم الشان ریاست حیدرآباد کے خاص خاص واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہوں جہاں پہنچ کر میں بے حد خوش و خرم ہوں اور جس کی عنان حکومت ایک روشن خیال اور پرہیزگار فرمانروا کے ہاتھ میں ہے اور جس نے مجھے کچھ عرصہ قبل قصر شاہی میں شرف تکلم بخش کر میری بے حد عزت افزائی فرمائی جو کہ متذکرہ آیت کا زندہ نمونہ ہیں اور کہ ان کا ابر کرم بلا تفریق مذہب و ملت ان کی جملہ رعایا پر سایہ فگن ہے۔ کاش آج دنیا میں ان کے جیسے اور فرمانروا بھی ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ اس صورت میں یہ کائنات زیادہ حیرت انگیز سکون کی جگہ ہوتی۔۔

حضرات! آپ اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مجھ جیسے مبتدی کے لئے اسلام کی حقانیت سمجھنے میں کن کن دشوار گزار منزلوں سے گزرنا ہوا ہوگا۔ مجھے اسلام پر بذات خود غور کرنا پڑا اور اس راستہ میں قدم کو ٹھہر ٹھہر کر اٹھانا پڑا۔ اس لئے کہ جن تصانیف نے میری رہبری کی ان میں اسلام کے خلاف کوٹ کوٹ کر مواد بھرا ہوا تھا۔ ان میں بالخصوص ایک ایسے شخص کا ترجمہ بھی تھا جس نے اپنی تمام کوششیں اس امر پر صرف کردی ہیں

اس کے قارئین کے دل متن کے مطالعہ کے قبل ہی اس کے خلاف نفرت کے جذبات سے لبریز ہو جائیں۔

حضرات! آپ یہ باور فرما لیجئے کہ میں نے بہت قبل یہ امر تسلیم کر لیا تھا کہ قرآنِ پاک ہی وہ مکمل اور صحیح مقدس کتاب ہے جس کی مجھے تلاش تھی لیکن اس کے بعد سے کلامِ ربانی کا بہتر ادراک کے ساتھ مطالعہ شروع کیا اور ہر مرتبہ اس کی نئی نئی خوبیوں سے حیرت زدہ ہو گیا ہوں اور جواب میں مجھ پہ ہر روز آشکار ہوتی رہتی ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی عمارت میں برقی روشنی کی ایک لہر دوڑا دی جائے جو منزل بمنزل اس کو منور کرتی جاتی ہے اور جیسے جیسے ہم اپنے ادراک میں ترقی کرتے جاتے ہیں ہماری آنکھوں کے سامنے نئے نئے خزانے کا انکشاف ہوتا جاتا ہے۔ قرآن شریف کے مطالعہ میں میری بالکل یہی کیفیت آج تک ہے۔

قرآن مقدس کے متعلق جو ہم مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور جس میں ہماری رہنمائی کے لئے ہدایت ربانی موجود ہے ایسی ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں مجھ سے بہتر انشا پردازوں نے اس صداقت سے لبریز الہامی کتاب کی لاکھوں اور کروڑوں خوبیوں اور عظمتوں پر خامہ فرسائی کی ہے میں ان مشہور اور معروف مسلمان اہلِ علم صحابہ کے بیان کردہ نکات اور تفسیر کی برابری کا وہم نہیں کر سکتا میں تو صرف ایک ایسے ناچیز طالبِ علم کی حیثیت سے خیالات کو پیش کر سکتا ہوں جس نے اپنی پر آشوب زندگی میں احکام ربانی کو سمجھنے کی رفتہ رفتہ کوشش کی ہو۔

اب میں آپ کے سامنے اپنی مقدس کتاب کے متعلق مغربی نقطۂ نظر کو پیش کرنا چاہتا ہوں میں اس سے قبل سیل کے ترجمہ کا ذکر کر چکا ہوں اس کے علاوہ پادری راڈویل کا ترجمہ ہے جس کا اسلوب بیان زیادہ تر شاعرانہ ہے لیکن سورتوں کو اس عجیب غریب طریقہ سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر طالب علم اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ راڈویل کا دعویٰ ہے کہ اس نے اپنے ترجمہ میں سورتوں کی ترتیب ان کے نزول کے اعتبار سے کی ہے اس ترجمہ کے نئے ایڈیشن میں عربی زبان کے مشہور پروفیسر مارگولیتھ کی لکھی ہوئی ایک تمہید بھی شائع ہوئی ہے جو اگرچہ سیل کے دیباچہ کی طرح طوالت تو نہیں ہے لیکن قرآنِ مجید کے خلاف تعصب سے لبریز ہے ایک

زمانہ بہت ایڈیشن کافی مقبول تھا لیکن اب شاذ و نادر ہی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پامر کے ترجمہ کا نسخہ ایک اوسط درجے کے طالب العلم کیلئے بہت قیمتی تھا لیکن اب اس کو دوسری مرتبہ شائع کیا گیا ہے اور اب اسکی قیمت دو روپیہ فی جلد ہے۔ یہ نسخہ اکثر آجکل دکانوں میں نظر آتا ہے۔ با ایں ہمہ حقیقت نظر انداز نہیں کیجا سکتی کہ انمیں کوئی ترجمہ بھی اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ ہر مترجم نے قرآن پاک کو ایک ایسی عربی کتاب تصور کیا ہے جو ایک نیم مذہبی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہو اور جسے انجیل سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔ انکے علاوہ مرزا ابوالفضل الہ آبادی کا ترجمہ ہے جو انگلستان میں دستیاب نہیں۔ دوسرا مولانا محمد علی لاہوری کا ترجمہ ہے جسکو انگلستان میں اکثر مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ آخر الذکر دو ایڈیشنوں کی اشاعت انجمن احمدیہ لاہور اور دفتر اشاعت مسجد ووکنگ کیجانب سے ہوئی ہے۔ اس ترجمہ کے ایک ایڈیشن میں جو زیادہ قیمتی ہے ترجمہ کیساتھ عربی متن بھی موجود ہے اور ایک دوسرے چھوٹے ایڈیشن میں صرف انگریزی ترجمہ و نوٹس مندرج ہیں۔ ان حالات کے تحت یہ امر نہایت ضروری تھا کہ ایک نیا ترجمہ شائع ہو جو نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ انگریزی بولنے والے ممالک کے باشندوں کو بھی مطمئن کر سکے اور وہ ایک ایسے شخص کا ترجمہ ہو جو اہل مغرب کی نظروں میں بھی ایک مشہور ادیب کی حیثیت رکھتا ہو اور جو خود بھی ایک ممتاز مسلمان ہو۔ یہ اسلامی تخیل کے نقطہ نظر سے لفظی ترجمہ بہت ہی تکلیف دہ ہے اسلئے عربی متن کے مطالب کی باریکیوں کو بعینہٖ منتقل کرنا ناممکن نظر آتا ہے اور اس الہامی زبان کو بھی جسکا حامل قرآن پاک کا ہر لفظ ہے کسی دوسری زبان میں پیش کرنا بھی انسانی طاقت سے باہر ہے۔ ایک ایسے شخص نے جسکا مشرق و مغرب دونوں میں احترام کیا جاتا ہے اور جسکی متعدد تصانیف ہر شخص کے مطالعہ میں ہیں جو بلا تنازعہ زمانہ موجودہ کے عربی کے بہترین عالم مستشرقین اور ادیبوں میں مانا جاتا ہے اور جو خود مسلمان بھی ہے اور جسکی بنا پر ہماری مقدس کتاب کے معانی کو احترام و صحیح جذبہ کیساتھ منتقل کرنے کی قابلیت رکھتا ہے اپنے سالہا سال کی محنت و عرق ریزی کے بعد نیا ترجمہ شائع کیا ہے جسنے انگریزی زبان میں معیاری درجہ حاصل کر لیا ہے۔ حضرات! ان صفات کے حامل مسٹر پکتھال ہیں جنہیں آپ سے متعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ خود انسے اچھی طرح واقف ہیں جنکی موضوع کی تالیف قرآن عظیم کے معنی ایک ایسے زمانہ میں شائع ہوئی ہے جب اسکی شدید ضرورت تھی۔ اس ترجمہ کی اکناف عالم میں تعریف و توصیف کیگئی ہے۔ شکر کا مقام ہے کہ آخر کار ہماری مقدس کتاب کا انگریزی زبان میں ایک ایسا ترجمہ موجود ہو گیا جسکو ہم اعتماد کیساتھ دوست اور دشمن ہر شخص کو پڑھنے کیلئے دے سکتے ہیں ہمیں اب تشریح کی بالکل ضرورت نہیں ہے کہ علامہ مترجم نے متن کی شکل بگاڑ دی یا فاش مختلف قسم کی غلطیاں کر دی ہیں بلکہ بدیں وجہ اس ترجمہ کو معاندانہ تنقید کی روشنی میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ الغرض مسٹر پکتھال نے ایک ایسی تالیف مرتب کی ہے جو موجودہ زمانہ کی ضروریات کو بخوبی پورا کرتی ہے اور جو مغرب کیلئے قرآن مجید کے مطالعہ کیلئے ایک بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں مجھے ایک تجویز پیش کرنے کی اجازت ہو تو میں عرض کرونگا کہ میرے خیال میں مسلمانوں کو اس تالیف کے متعدد نسخے خریدنے چاہئیں تاکہ مغرب کے جملہ انگریزی بولنے والے ممالک کے کتب خانوں میں طالب العلموں کے استفادہ کیلئے وہ دستیاب ہو سکیں بطور یقین ہے کہ یہ ممکن ہو جائیگا کہ قدیم ترجموں کی جگہ یہ نیا ترجمہ لے سکیگا

فصیح و بلیغ اور بے عیب انگریزی میں شائع ہوا اور جس سے قرآن مجید کے معلومات کی توسیع میں بہت مدد ملیگی۔ ترجمہ مذکورہ بالا علمی حلقوں کیلئے دلچسپی کا باعث ہوگی
کہ اس سال ماہ [illegible] میں مجلس کے حاکم نے مجھ سے قرآن شریف کے نسخے ان مسلمانوں کے استعمال کیلئے طلب کیے جو ان میں قید تھے چنانچہ یہ نسخے روانہ کردیئے گئے اور انکے
رسید میں حاکم مذکور اور طالبوں کی طرف سے خط کہ [illegible] کیفیات وصول ہوگئی۔ اب میں ایک ایسی چیز کا ذکر کرتا ہوں جسکی ضرورت میں محسوس
کیجا رہی ہے۔ برطانیہ عظمیٰ میں اس وقت تقریباً تین لاکھ مسلمان آباد ہیں جو جزائر برطانیہ کے اکثر حصوں میں مقیم ہیں۔ ان میں مختلف گروہ ہیں بعض فرد اکثر و بیشتر ملکر
اور حتی المقدور ایکدوسرے سے ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ مجھے مسلسل سفر کرنا پڑتا ہے اور سینکڑوں میلوں کی مسافت چند مہینوں میں طے کرنی پڑتی ہے۔ اس دوران
میں مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعلیم کیلئے قرآن شریف کے ایک مستند ترجمہ کی ضرورت محسوس کیجاتی ہے۔ آجکل زندگی کی شدید کشمکش نے ان لوگوں کیلئے مطالعہ میں وقت صرف کرنا ناممکن کردیا
جسکے باعث ہمارا ایک بہت ہی اہم مسئلہ پیچیدہ ہوگیا ہے۔ لوگ عربی زبان کی پوری طرح تعلیم نہیں پاسکتے۔ لیکن وہ عربی میں پڑھ سکتے ہیں اور جب تک اسکے مطالب و معانی کو
نہ سمجھ سکیں [illegible] اب صرف قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کا نسخہ ہی ہے جو ان لوگوں کے پڑھنے اور انکے بچوں کی تعلیم کیلئے ضروری ہے۔ انگریز نو مسلموں کیلئے تو یہ قرآن مجید
کے نسخوں کا ہونا اور ان مسلمانوں کے دیگر افراد کے متعلق انگریزی [illegible] مسلسل [illegible] اپنی جگہ [illegible] مطالب [illegible] کی کوشش کی
لیکن اس بات کو تقاضا [illegible] جاتے ہیں۔ [illegible] ان کی شان ہے [illegible] دیگر مقامات میں قائم میں کسی قسم کے
مسلسل [illegible] ہوتے ہیں اور [illegible] حاصل [illegible] کی امداد [illegible] نہیں کرنا چاہیے کہ اہل علم اور
مسلمان قرآن پاک کے صحیح ترجمہ [illegible] بلکہ [illegible] لوگوں کی طلب صادق [illegible] کو ترک کر دیا ہے اور ایک صحیح اور [illegible]
میں ہے [illegible] کہ ہم اندازہ کریں یقیناً [illegible] روز عظیم [illegible] اسلام کی برادری میں داخل ہونگے ایک [illegible]
کرینگے احکام ربانی کی تعمیل کرینگے [illegible] اور مقصد [illegible] اسلام [illegible] آج سخت ضرورت ہے [illegible] دینی و دنیوی فلاح کا خیال رکھنا چاہیے اور [illegible] ترجمہ [illegible]
کے مستند [illegible] درست [illegible] کرتا ہوں [illegible] ان [illegible] مشکلات [illegible] کتاب کو [illegible] غلط [illegible] پیش کیا [illegible] اور ہمارے مقصد
کا [illegible] اخبار و رسائل [illegible] سینما اور [illegible] مضحکہ [illegible] اور [illegible] ہم [illegible] ہمارے [illegible] لوگوں کی
دقت کرو [illegible] کشمکش حیات میں [illegible] اور انکے معاملات میں [illegible] اور معیشت [illegible] آج [illegible] ایک ایسا [illegible]
محسوس کر رہا ہوں جیسے [illegible] رخصت [illegible] وقت [illegible] دل [illegible] لوگوں [illegible] محبت [illegible] اور [illegible] لوگ سمجھے
اہل [illegible] اور انکی [illegible] اسلام [illegible] اور صحیح [illegible] قرآن مجید مسلمانوں کا راہنما ہے اور [illegible] شک نہیں کہ ہم انکی خوبیوں [illegible] لوگوں کے سامنے پیش
[illegible]

قرآنی عربی کس قدر آسان ہے

(نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان المکلا)

مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ قرآنِ مجید کی تعلیم اور اُس کی برکات سے اِس لیے بھی محروم ہے کہ اُس کو پہلے سے ہی مشکل اور بعید از فہم سمجھ لیا گیا ہے۔ قرآن کا عربی زبان میں ہونا گویا جُرم ہے اور عام طور پر ہَوا بنا ہوا ہے۔ اور صرف و نحو کے دو نا قابلِ عبور دریا بیچ میں حائل سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا اُن دردمندوں کا جو اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغام کو دُنیا کے لئے ہدایت اور مسلمانوں کے لیے اُن کی زندگی کا دستور العمل سمجھتے اور اُن کی دینی و دنیاوی ترقی کا واحد ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ یہ خوشگوار فرض ہے کہ اس طرح کے وسائل اختیار کریں جس سے یہ سب غلط خیالات دور ہو جائیں اور اسبابِ مجبوری کا پردہ چاک ہو کر قرآن کی اصلی خوبی اور اُس کا عام فہم اور سہل ہونا آفتاب کی طرح روشن ہو جائے۔

قرآنی عربی کس قدر آسان ہے اِس سلسلے میں قارئین "ترجمان القرآن" کے لیے نمونتاً سورۃ الفتح کو پیش کیا جاتا ہے جو کل بارہ سو ایک $\frac{1201}{}$ الفاظ کے مجموعہ پر مشتمل ہے مگر صرف اٹھائیس $\frac{28}{}$ لفظ ایسے ہیں جن کے مشتقات اُردو میں عام طور پر مستعمل نہیں ہیں۔ جیسے اعدا در مصیبہ تحنش۔ سعیر۔ اعمیٰ۔ کفت۔ ہدی۔ سیما وغیرہ تاہم اردو دان ادبا کے کلام اس سے خالی بھی نہیں ہیں۔ یقیناً یہ مثال اُردو جاننے والوں کے لیے آج قرآن مجید کا معجزہ سمجھے کے لائق ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کہ وہ صرف اردو جان کر بھی قرآن کو جان سکتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔

وہ ۲۸ الفاظ جن کے مشتقات اردو میں مستعمل ہیں

نمبر	لفظ	معنی	نمبر	لفظ	معنی
۱	اَعَدَّ	اُس نے تیار کیا	۱۵	اَعْرَجِ	لنگڑا
۲	مَصِيْرًا	لوٹنے کی جگہ	۱۶	كَفَّ	اُس نے روکا
۳	بُكْرَةً	صبح کا وقت	۱۷	صَدُّوْكُمْ	انہوں نے نہیں روکا
۴	اَصِيْلًا	شام کا وقت	۱۸	هَدْيَ	قربانی کا جانور
۵	نَكَثَ	عہد توڑنا	۱۹	مَعْكُوْفًا	کھڑا ہوا
۶	لَيْسَ	نہیں ہے	۲۰	تَطَـُٔوْهُمْ	ان کے پس جانے کا
۷	بُوْرًا	ہلاک ہونے والے	۲۱	مَعَرَّةٌ	ضرر
۸	اَعْتَدْنَا	ہم نے مہیا کیا	۲۲	تَزَيَّلُوْا	وہ لوگ ٹلے
۹	سَعِيْرًا	جہنم	۲۳	مُحَلِّقِيْنَ	سر منڈانے والے
۱۰	اِنْطَلَقْتُمْ	تم چلے	۲۴	مُقَصِّرِيْنَ	بال کترانے والے
۱۱	ذَرُوْنَا	ہم کو چھوڑ دو	۲۵	جَعَلَ	اُس نے کیا
۱۲	يُؤْتِكُمْ	تم کو دے گا	۲۶	سِيْمَاهُمْ	نشانیاں اُن کے
۱۳	تَتَوَلَّوْا	تم پھر جاؤ گے	۲۷	شَطْـَٔهٗ	اُس کی سوئی
۱۴	اَعْمٰى	اندھا	۲۸	فَاٰزَرَهٗ	اُس کو قوی کیا

ان الفاظ کے سوا باقی کل الفاظ کے مُشتقات کا اُردو زبان میں استعمال ہے البتہ چند ضمائر و اسماء موصولہ اور اسماء اشارہ حروف جر اور افعال ناقصہ ان کے علاوہ ہیں جو اُردو میں مستعمل نہیں ہیں قارئین کرام آپ سورت الفتح کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَۃُ الْفَتْح

ہیں کل پارہ ۲۶ سورۃ ۴۸ آیات ... حرف ۱۲۸ الفاظ مشکل ہیں

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ
لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ
مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَ
يُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۙ وَيَنصُرَكَ
اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ هُوَ الَّذِي
أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ
لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ
وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۙ لِّيُدْخِلَ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ
فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ
ذٰلِكَ عِندَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۙ

بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ
اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی ساری خطائیں
معاف فرما دے اور آپ پر اپنے احسانات
کی تکمیل فرما دے اور آپ کو سیدھے
راستے پر لے چلے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو
وہ خدا ایسا ہی جس نے مسلمانوں کے دلوں میں
تحمل پیدا کیا تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ
ان کا ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان و زمین
کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے
والا حکمت والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں
اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے
جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جنمیں ہمیشہ کو رہیں گی
اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہ دور کر دیگا یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے

وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ
وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ
بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ
وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ
مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ
وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا إِنَّ الَّذِينَ
يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ
فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ
عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ
اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا
سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ
شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ
قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ

اور اللہ تعالی منافق مردوں اور منافق عورتوں کو
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے
جو کہ اللہ تعالی کے ساتھ برے برے گمان رکھتے
ہیں اُن پر برا وقت پڑنے والا ہے اور اللہ تعالی
اُن پر غضبناک ہوگا اور انکو اپنی رحمت سے دور کردیگا
اور انکے لیے تو دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی برا
ٹھکانا ہے اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے
اور اللہ تعالی زبردست حکمت والا ہے ہمنے آپکو گواہی
دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا کر کے بھیجا ہے
تاکہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکی
مدد کرو اور اسکی تعظیم کرو اور صبح و شام اسکی تسبیح میں لگے رہو
جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ لوگ اللہ تعالی سے
بیعت کر رہے ہیں۔ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر
جو شخص عہد توڑیگا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر
پڑیگا اور جو شخص اس بات کو پورا کریگا جس پر خدا سے عہد کیا ہے
تو عنقریب خدا اسکو بڑا اجر دیگا جو دیہاتی پیچھے رہ گئے
وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور عیال نے
فرصت نہ لینے دی سو ہمارے لیے معافی کی دعا کر دیجیے یہ لوگ
اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہیں آپ کہہ دیجیے

أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ
كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ بَلْ ظَنَنتُمْ
أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ
إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ
فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَ
كُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا
لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ
وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَّحِيمًا ۝ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا
انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا
ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا
كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ
قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ
تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ
إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ
سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ
شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۚ

کہ سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار رکھتا
ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے
بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ
رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔
اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی اور تم نے
بُرے بُرے گمان کیے اور تم برباد ہونے والے لوگ ہوگئے اور جو
شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائیگا سو ہم نے
کافروں کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور تمام آسمان اور زمین
کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جسکو چاہے بخشدے اور جسکو
چاہے سزا دے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے
جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم غنیمتیں لینے
چلو گے تو کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں
وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں۔
آپ کہدیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے خدا تعالیٰ
نے پہلے یوں ہی فرما دیا ہے۔ تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ
ہم سے حسد کرتے ہو۔ نہیں بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات
سمجھتے ہیں آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہدیجئے
کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے
جو سخت لڑنے والے ہونگے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع

فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ
تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ۝ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْ
أَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ
يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ
عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ
فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللَّهُ
مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ
وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً
لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَ
أُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝
وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ
ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ
اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ

ہو جائیں سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ نیک عوض
دیگا اور اگر تم روگردانی کروگے جیسا اسکے قبل روگردانی کرچکے ہو
تو وہ دردناک عذاب کی سزا دیگا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے
اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جو
شخص اللہ اور رسول کا کہنا مانے گا اسکو ایسی جنتوں میں
داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور جو شخص روگردانی
کریگا اسکو دردناک عذاب کی سزا دیگا۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ
ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے
تھے اور انکے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا
اور اللہ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور انکو ایک لگتے ہاتھ
فتح دیدی اور بہت سی غنیمتیں بھی جنکو یہ لوگ لے رہے ہیں اور
اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت
سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جنکو تم لوگے سو سردست تم کو یہ دیدی ہے
اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ یہ اہل ایمان کیلئے ایک نمونہ ہوجاوے
اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے
جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اسکو احاطہ کئے ہوئے ہے
اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ
پھیر کر بھاگتے پھر نہ انکو کوئی یار ملتا نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے یہی
دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ

تجد لسنة الله تبديلا ۝ وهو الذي
كف ايديهم عنكم وايديكم عنهم
ببطن مكة من بعد ان اظفركم
عليهم وكان الله بما تعملون
بصيرا ۝ هم الذين كفروا وصدوكم
عن المسجد الحرام والهدي
معكوفا ان يبلغ محله ولولا رجال
مؤمنون ونساء مؤمنات لم تعلموهم
ان تطؤهم فتصيبكم منهم معرة
بغير علم ليدخل الله في رحمته
من يشاء لو تزيلوا لعذبنا الذين
كفروا منهم عذابا اليما ۝ اذ جعل
الذين كفروا في قلوبهم الحمية
حمية الجاهلية فانزل الله سكينته على
رسوله وعلى المؤمنين والزمهم
كلمة التقوى وكانوا احق بها و
اهلها وكان الله بكل شيء عليما ۝
لقد صدق الله رسوله الرؤيا
بالحق لتدخلن المسجد الحرام

خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پاؤ گے اور وہ ایسا ہے کہ اُسی نے اُن کے
ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے عین مکہ میں روک دیے
اس کے بعد تم کو اُن پر قابو دیدیا تھا۔ اور
اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا
تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور
تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی
کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا اس کو موقع میں پہنچنے
سے روکا اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت
سے مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی
نہ تھی یعنی انکے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر انکی
وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے
کر دیا جاتا لیکن ایسا اسلئے نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی
رحمت میں جسکو چاہے داخل کر دے اور اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ہم ان میں
جو کافر تھے ہم انکو دردناک سزا دیتے جبکہ ان کافروں نے
اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی سو
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل
عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر
جمائے رکھا اور وہ اسکے زیادہ مستحق ہیں اور اسکے اہل ہیں اور
اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے

إِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ
رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ
فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ
دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ
اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى
بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا
سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ
مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ
كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَا
سْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ
بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ
مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

—— اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع کے
ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور جاؤ گے
امن و امان کے ساتھ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا کوئی بال
کترتا ہوگا کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا سو اللہ کو وہ باتیں
معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس سے پہلے ایک لگتے ہاتھ
فتح دیدی۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت
اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب
کردے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو
لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں
تیز ہیں۔ آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان
کو دیکھیگا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں
اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں
انکے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں
انکے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف
ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسکو
قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی
کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں
کو جلاوے اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں
اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے

قرونِ اولیٰ میں اشاعتِ قرآن کے طریقے

اللہ کی یاد میں

مصلح

اللہ اللہ کس قدر پیارا ہے نام اللہ کا
ہائے ہائے کیا رسیلا ہے کلام اللہ کا

بندگی کا حق نہ ہم سے ہو سکا کوئی ادا
آہ ہم سے ہو سکا کوئی نہ کام اللہ کا

میں سنے جاؤں سنائے جا تو بس اے ہمنشیں
ذکر میٹھا ہے مگر صبح و شام اللہ کا

دیکھو اے اہل نظر اے چشم بینا دیکھو!!
ہائے ہائے کس قدر چرچا ہے عام اللہ کا

لاکھ مجنوں کوئی ٹھہرے بھی ہو عشق ناتمام
کیا تماشا ہوگا کیا حسن تمام اللہ کا

چوم لوں میں اس زباں کو چوم لوں اس لب کو
جس زباں پر جس لب پہ جاری ہو کلام اللہ کا

رشک کے قابل ہے مصلح اپنا وقت آخری
دل میں یاد اللہ کی ہو لب پہ نام اللہ کا

معبودِ برحق

(مولوی ابو العطا امجد دھلی)

دُنیا جس کے ارادے سے پیدا ہوئی ہے اُس کا ذکر فطرت میں منقوش ہے ہر شئی اپنے موجد اور خالق و مالک کی حمد و ثنا کرتی ہے۔ قرآن کریم نے اس راز کو ان خوبصورت الفاظ میں پیش کیا ہے۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵ جس کا مطلب یہ ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین جو کچھ اُن میں ہے اُسی کی توصیف و ثنا کرتے ہیں اور کوئی بھی شئی ایسی نہیں جو اپنی صورت و سیرت اور زبانِ حال و قال سے اُس واحد لاشریک اللہ کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا نہ کرتی ہو اگرچہ اُن کی اس حمد و ثنا کو ہم میں سے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

یہ ہے وہ امر جو فطرت میں منقوش ہے اور قرآن کریم کی خوبی کا یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

قرآن کریم نے معبودِ برحق خالقِ کل کا جو نام پیش کیا ہے وہ بجائے خود اپنے اندر اس امر کا مفہوم رکھتا ہے جو معبودِ برحق کیلئے ضروری ہے۔ علامہ رازی نے اپنی بے نظیر تفسیر کبیر کی جلد اول میں اس راز کو جس خوبی سے بیان فرمایا ہے اس کو کسیقدر یہاں پر بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔

تمام عرب اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام نے جو نام اللہ تعالیٰ کا پیش کیا ہے وہ کبھی اور کسی حالت میں اصنام کے لئے تجویز نہیں کیا گیا یعنے اسم "اللہ"۔ ۳۶۰ بتوں کی پرستش کے جنون کے باوجود عربوں میں یہ نام بھی ذاتِ واحد کے لئے مخصوص تھا۔ اگرچہ بتوں کی محبت اور شوقِ پرستش نے اُس کی جانب سے بے پرواہی کی وبائے عام کو پھیلا دیا تھا۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "اللہ" اصل "الاِلٰہ" تھا۔ الف۔ لام۔ تعریف خاص کا ہے

"الٰہ" معبودِ مطلق کو کہتے ہیں۔ "الا لہ" کے معنے اس لحاظ سے مختلف بیانات اور ترکیبوں سے یہ لکھتے ہیں کہ خاص معبود۔ ایسا معبود جو تمام صفات کاملہ کا جامع اور تمام خوبیوں سے موصوف مشابہت ممکنات اور مناسبت و ترکیب و تعدد سے بالاتر۔ ممتاز ذاتِ واحد جس کے تصور حقیقت اور کنہ کے دریافت کرنے سے عقولِ انسانی حیران و ششدر جس کی طرف تضرع کے ہاتھ کل مخلوق کے آڑے وقت اور مصیبت کی گھڑیوں میں خود بخود اٹھ جاتے ہیں۔ سارے جہان اور اہلِ جہان کا مامن و ملجا اور ماوی۔ اصلی اور حقیقی تسکین و طمانیت کا موجب وغیرہ یہ تمام اوصاف جو حقائقِ برحق کیلئے مناسب موزوں ہیں۔ ان سب کے سب کا اسم "اللّٰہ" جامع ہے اور اسی لئے قرآن کریم نے اس اسم گرامی سے ابتدا کی ہے جیسے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ فاتحہ) تمام قسم کی حمد و ثنا کے لائق اللّٰہ ہے جو رب العالمین ہے۔

"اللّٰہ" کے اسم میں یہ خوبی بھی ہے کہ اسکے چاروں حروف ا۔ ل۔ ل۔ ہ میں سے اگر ایک ایک گراتے جاؤ تاہم وہ اسم ذاتِ خاص ہی دلالت کرتا ہے۔ جیسے "اللّٰہ" کے لئے قرآن نے یوں بیان کیا یا اس کا تعارف مندرجہ ذیل کرایا ہے۔ "اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ سورۃ رعد رکوع اول (اللہ وہ ہے جسنے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسے کہ تم ان کو دیکھتے ہو اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا یا تمہاری خدمت میں لگا دیا)

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً سورۃ روم رکوع 6 (اللہ وہ ہے جسنے پیدا کیا تم کو ضعف سے (ضعیف شئی منی یا نطفہ سے) اور بنایا کمزوری کے بعد طاقتور۔

اب اگر اللّٰہ میں سے الف گرا دیجئے تب بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت عامہ پر لِلّٰہ کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کو یوں پیش کیا ہے۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (اللہ کا ہی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ کے تابع

فرمان ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں) اس کے بعد اگر ایک لام کو بھی نکال دیا جائے تو "لَهُ"
رہ جاتا ہے جو اس کی ذات اور ملکیت کے قائم رکھنے کا ذریعہ رہتا ہے۔ قرآن نے اس کا راز یوں ظاہر کیا
ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ط سورہ تغابن رکوع اول لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ
سورۃ قصص رکوع ۷۔ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ سورۃ شوریٰ رکوع اول (اُسی کا ملک
ہے اور اُسی کے لئے حمد و ثنا واجب ہے وہی اول و آخر میں حمد و ثنا کے لائق ہے۔ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں
اور زمینوں میں ہے)

اگر "لَهُ" کے لام کو بھی نکال دیا جائے تو صرف "هُ" سے بھی وہی مطلب ادا ہوتا ہے جیسے کہ قرآن نے
اسکو یوں ظاہر کیا ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ط سورہ حدید رکوع اول
(وہ اللہ ہے جسنے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں پیدا کیا) هُوَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ط سورۃ
قصص رکوع ۷۔ (وہ اللہ ہی جسکے سوا کوئی معبود، محبوب، مطلوب اور مقصود نہیں ہے)

یہ سب وہ امور ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم ذاتِ واحد خالقِ کل مالک الملک کو حقیقی اصلی یا
طور پر ظاہر کرتا ہے جو اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسلئے خدا تعالیٰ کی واقفیت حاصل کرنے کیلئے قرآن کریم کی تلاوت کی کسقدر ضرورت ہے
اے پڑھنے والے! اے سننے والے!! دنیا کی زندگی کے سانس چند روزہ ہیں اسلئے انکو غنیمت جانکر
اُسکی واقفیت اور اسکا علم سب سے پہلے ضروری جو اس کائنات کا موجد اور خالق حقیقی ہے دیکھو اسکا قرآن
کیسے عمدہ اور پیارے الفاظ میں تعارف کراتا ہے۔ إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ
سورۃ اعراف۔ (تم کو پیدا کر کے بہ تدریج تمہاری پرورش کرنیوالا تو وہ اللہ ہے جسنے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا)
یہ ہے قرآن ہی خالق حقیقی کا پتہ دیتا اور قرآن ہی انسان کی پیدائش کا مقصد بیان کیا اگر اپنی زندگی کے
مقصد سے آگاہی حاصل کرنا ہے تو معبود مطلق کے بتائے ہوئے راستہ اور اسکے نازل کئے ہوئے قرآن سے محبت کرو اسکو پڑھو
اسکا مطلب سمجھو اور اسکی ہدایت پر عمل کرو جو دراصل کامیابی کی راہ اور فلاح کا ذریعہ ہے۔

علم اور جہل

مولانا مناظر احسن گیلانی پروفیسر جامعہ عثمانیہ

یا تو علم صحیح ہے یا جہل لیکن جہل یقیناً صحیح نہیں ہو سکتا اِس لئے علم ہی صحیح ہے۔
علم قرآن کا نام ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ جہل ہے اب تم ان دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرو۔

کائنات کے پیچ در پیچ اور باریک سے باریک قوانین کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اور پھر اگر قرآن کو تم نے چھوڑ رکھا ہے تو تم سے زیادہ تاریکی میں کون ہے ——— کوئی نہیں ———

یاد رکھو کہ "ایک یا پھر ہر ایک" سے تمہارا سابقہ ضروری ہے مگر ہر ایک کو تم پکڑ بھی نہیں سکتے کیونکہ یہ لا تعداد اور لا انتہا کا احاطہ ناممکن ہے۔ اِس لئے لازم ہے کہ ایک کو پکڑو اور وہ ایک ہی ایسا ہے جس کے پکڑنے سے سب گرفت میں آ جاتے ہیں۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم کو کہا جاتا ہے۔
لَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ تو پھر اس ایک کو چھوڑ کر دوسروں کا کہاں ٹھکانا ہے۔

تمہارے ہر کام میں علم اور جہل پنہاں ہے پس اگر تم کو کوئی کام کرنا ہے تو قرآن کی خدمت کرو۔ جو مومن ہو چکا ہے۔ اس پر قرآن کو لازم کرو اور جو مومن نہیں ہوا ہے اُس کو مومن بناؤ۔

تم کو اگر گورنمنٹ سے لڑنا ہے تو قرآن مجید کی تعلیم کیلئے لڑنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ کالج و اسکول کے ذریعہ سے جہاں جہل کی چیزیں لازمی ہیں وہاں ایک علم کی چیز قرآن کی تعلیم بھی لازمی کرو۔

اور اگر ان میں سے کوئی مسلمانی کا دعویٰ کرتا ہے تو اُس سے کہو کہ قرآن کی تعلیم سے بے اعتنائی برتنا کسی طرح روا نہیں کیونکہ بغیر قرآن کے مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا۔

قرآن اور تحریکِ قرآن

(مولانا شاہ محمد عبد الحامد قادری بدایونی)

یہ ایک حقیقتِ مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام سے قبل ہر قوم اور ہر ملک کیلئے ایک نہ ایک پیام بھیجا۔ مگر یہ کیونکر ممکن تھا کہ رب العٰلمین کی ہدایت و بشارت اور اس کی رحمت کسی ایک خاص جماعت، مخصوص ملت و قوم کے ساتھ متعلق ہوکر محدود ہو جاتی۔

ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق خدائے برتر نے اپنا پیام ظاہر فرمایا مگر عام طور پر انسانوں نے خدا کے اس کلام اور پیام کو یا تو بھلا دیا یا ترمیم و تحریف کر ڈالی۔ اب ضرورت تھی کہ ابرِ رحمت یکساں طور پر برسے اور ایسا مکمل اور آخری کلام نازل ہو جس کی حفاظت کا ذمہ خود قدرت کے ہاتھوں میں ہو۔

قرآن حکیم چونکہ انسانوں کیلئے ہے اسلئے اس نے سب سے پہلے یہی دعویٰ کیا کہ انسانی فطرت سب سے اعلیٰ ہے۔ برعکس اسکے مذاہبِ عالم کی دوسری کتابیں اپنی موجودہ حالت میں فطرتِ انسانی کو مائل بہ بدی قرار دیتی ہیں محلِ تعجب ہے کہ عالمِ موجودات کے معمولی معمولی ذرات تو مکمل فطرت سے مشرف ہوں اور انسان جو حالیہ سائنس کی رو سے بھی کائنات کا ملخص ہے اس کے متعلق یہ گمان رکھا جائے کہ اسکی فطرت پست ترین ہے اور اگر وہ ازل میں اعلیٰ تھی تو وجود میں آنے کے بعد بگڑ گئی۔ قرآن مجید نے کھلے ہوئے الفاظ میں اعلان کر دیا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۝

مسلمان ہوں یا اقوامِ عالم سب کیلئے یہی ایک کلام ہے جو رشد و ہدایت کا ضامن اور کفیل ہے جیسا کہ اس نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے دنیا کی سب سے زیادہ گری ہوئی اور بدتر قوم کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا تھا حیف ہے کہ اسکی موجودگی میں امن عالم مفقود ہے، قومیں تباہ حال ہیں اور مسلمان سرگشتہ و حیران۔

حضرت ختم مرتبت نے فرمایا تھا کہ دو چیزیں تمہارے اندر چھوڑتا ہوں ایک قرآن دوسرے آل۔ الحمد للہ کہ

قرآن حکیم آج تک وعدۂ الٰہی کے مطابق اپنی اصلی شکل و صورت میں باقی ہے۔ اور اس شان کے ساتھ صفحۂ ہستی پر دنیا کی کوئی مذہبی کتاب بے غل و غش باقی نہیں۔ یہاں تک کہ اگر ساری قوتیں مل کر بھی اس کو مٹانا چاہیں تو ناممکن ہے کیونکہ قلوب اس کے حامل اور امین رہیں گے۔

ہاں ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے اسی قرآن حکیم کی بدولت عالم میں تلاطم برپا کر دیا تھا۔ دار السلام بغداد کے پر سکوت در و دیوار کو دیکھو مصر و شام کے عبرتناک کھنڈرات پر نظر ڈالو وادیٔ بطحا کے ریگزاروں سے دریافت کرو۔ ان حدیخوانوں شتربانوں کو یاد کرو جنہوں نے قرآن کریم کی بدولت دنیا کی شہنشاہیوں کی بساط الٹ دی۔ قرطبہ و غرناطہ کی یادگاریں کھتی ہیں کہ ہمارے مکینوں نے جو کچھ کیا قرآن اور فقط قرآن ہی کی اتباع کی بدولت کیا اور جب سے مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تو زمانہ نے بھی ان کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔

بیسویں صدی عیسوی میں ہر علم و فن کی تعلیم کو سہل بنایا جا رہا ہے اور آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ جملہ علوم کی طرف تو ہر شخص نے اپنی تمام توجہات کو منعطف کر رکھا ہے مگر حیف ہے کہ نہیں سعی کی جاتی تو صرف قرآن حکیم کے لئے۔

مسلمانوں کی تعلیم گاہوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے روپے سے مسلمان بچوں کیلئے بیہودہ بسا اوقات مخرب اخلاق قصے کہانیاں پڑھا کر انکی ذہنیت کو تباہ کیا جاتا ہے۔ کاش قرآنی قصص و حکایات حکیمانہ اقوال و اخلاق کی تعلیم سے لبریز آیات جس سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے ان کے ذہن نشین کی جائیں تو ابتدا ہی سے بچے قرآن کریم کی طرف مائل ہو جائیں۔ ان کے ذہنوں میں ان قصص و حکایات کی بدولت دنیا کی پرانی تاریخ مد و جزر اور بہشت کی تعلیمات آ جائیں۔ یہ اسلئے بھی کہ اوائل عمر کی تعلیم کا اثر اخیر عمر تک رہتا ہے۔

حکایات وغیرہ کے علاوہ کئی اور طریق ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآنی الفاظ کے سادہ اور سلیس معانی دلچسپ طریقہ سے ذہن نشین کئے جائیں اور وہ بچوں کو یاد کرائے جائیں تاکہ وہ ان الفاظ کی بدولت عبارت پڑھ سکیں جہاں کہیں وہ الفاظ آئیں گے وہ معنی کو آسانی سے سمجھ سکیں گے۔

یہاں میں صدیقی الافاضل جناب مولانا ابو محمد مصلح صاحب کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے تحریک قرآن کے ذریعہ تنہا اس علم کو بلند کیا ہے اور مختلف طریقوں سے اسکے نتائج کو ٹھوس، دور رس اور ہمہ گیر بنا دیا ہے۔

" تحریک قرآن مجید نے حیدرآباد اور ہندوستان میں خوشی کے ساتھ جڑ پکڑ لیا ہے اور اس کے شرکا میں مقدس اور مشہور ہستیاں شریک ہو چکی ہیں۔ اور معلوم نہیں مولانا نے اس سلسلے میں کس قدر لٹریچر چھاپ کر لاکھوں ہاتھوں تک پہنچا دیا ہے۔

" ترجمان القرآن اسی مقدس تحریک کا ترجمان ہے جو اپنے رنگ کا غالباً تمام عالم اسلام میں واحد رسالہ ہے ہماری دلی دعا ہے کہ رب العزت تحریک قرآن کو قبول فرمائے۔ اور مسلمان اس اصل الاصول کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اگر اس نازک دور ابتلا میں بھی مسلمان بیدار نہ ہوئے اور انہوں نے قرآن کریم کی تعلیم کو اپنا شعار نہ بنایا تو قانون ارتقا کے مطابق وہ جلد از جلد صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں گے۔

بلاشبہ یہی وہ نورانی قندیل ہے جسکی مدد سے دنیا کی تاریک اور دشوار گزار گھاٹی کو عبور کیا جا سکتا ہے اور مسلمان کامیابی و کامرانی قرآن پر عمل کرنے سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

کاش مسلمان اس کے معنی پر غور کریں تو انہیں پتہ چل جائے کہ اس کتاب مقدس میں دین و دنیا دونوں موجود ہیں اور وہ قرآنی برکات صرف اسی طرح حاصل کر سکتے ہیں جو کہا گیا نہ کہ قرآن پاک کو طاقوں کی زینت بنائے رکھنے اور رسمیات میں مبتلا رکھنے سے۔

ہاں اے مسلمانو!

اٹھو، قرآن کریم کو مضبوطی سے ہاتھ میں لو اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عزم صمیم کر لو۔

تم نے اس کے ذریعہ دنیا کی کایا پلٹ کی مگر اب تم اپنی ہی زندگی میں اس کے ذریعہ تبدیلی و زندگی پیدا کرو قرآن کریم کی تعلیم کو ہر گھر میں جاری کر دو تمہارے بوڑھے، جوان، بچے، عالم جاہل غرض ہر فرد مسلم قرآن پاک کی تعلیم کو اپنی زندگی کا جزو بنائیں۔ پھر دیکھو مختصر سی مدت میں کیا ہوتا ہے۔

قرونِ اولیٰ میں اشاعتِ قرآن کے طریقے

(مُدیر)

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جب قرآن مجید اپنی اصلی اور مکمل شان میں نازل ہونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو عام کرنے کیلئے ہر اس طریقے کو استعمال کیا جو اس وقت ممکن تھا چونکہ اسلام کی تشکیل ہی حکومت الٰہی پر مبنی ہے اس لئے سب سے بڑا طریقہ یہی تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے احکاماتِ الٰہیہ عملاً نفاذ پذیر ہوں اور دینِ حق جملہ ادیان پر غالب کر دیا گیا ظاہر ہے کہ تعلیم و تبلیغ قرآن کی یہ شکل سب سے زیادہ پائیدار اور حقیقی ہے پہلے تو اس چیز نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں ظاہر اور باطن طور پر سرایت کیا اور پھر یہ اس مقصد کیلئے جہاں جہاں گئے ملکوں اور شہروں کے ساتھ قلوب میں بھی انقلاب پیدا کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن مقدس کی زندہ اور عملی تفسیر تھے اور انہوں نے قرآن مجید کے نزول کی حقیقی غرض کو خوب سمجھا تھا، قرآن مجید عمل کیلئے ہے اور انہوں نے اسکا یہی مصرف لیا اس میں ان مبارک ہستیوں کو اس درجہ غلو تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص دس آیتیں سیکھ لیتا تو اس سے زیادہ اس وقت تک نہ پڑھتا جب تک ان کے معانی کو سمجھ کر عمل نہ کر لیتا۔ ایک جلیل الشان صحابی کا واقعہ ہے کہ انہوں نے صرف سورہ بقرہ کو تین برس میں یاد کیا۔

اشاعتِ قرآن کا اعلیٰ و افضل طریقہ جو اوپر بیان ہوا اسکے علاوہ تین طریقے اور بھی تھے ایک حفظ تھے۔ دوسرا تحریر یعنی قرآن مجید جس قدر نازل ہوتا تھا صحابہ رضوان اللہ علیہم اسکو لکھ لیتے اور یاد کر لیتے ایسے صحابہ بھی بہت تھے جن کو پورا قرآن مجید حفظ تھا اس کثرت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جب مسیلمہ کذاب کا فتنہ جنگ یمامہ پر جا کر ختم ہوا تو اس میں ستر حفاظ شہید ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کا یہ عمل تھا کہ جماعت کا سردار اسکو مقرر فرماتے تھے جسکو قرآن زیادہ یاد ہوتا

تھا اس بات کا یہاں تک اہتمام ہوتا کہ جنازے کی نماز بھی اسی کی پہلے پڑھائی جاتی جسکے سینے میں قرآن زیادہ تھا

حفظ قرآن کے علاوہ تحریر کا طریقہ بھی ضروری سمجھا گیا تھا۔ چنانچہ شاہانِ روم و فارس اور مصر کے حکمران کے پاس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے دستخطی خطوط تبلیغ اسلام کیلئے روانہ فرمائے جو آج بھی ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔

حدیث اور سیر کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ آپ نے بدر کے قیدیوں میں سے جو لکھنا جانتے تھے انکا فدیہ یہ مقرر کیا تھا کہ وہ مدینے کے دس دس مسلمانوں کو لکھنا سکھادیں اور آزاد ہو جائیں۔

ختمی مآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ مجھسے قرآن کے سوا اور کچھ نہ لکھو۔ اس میں یہ راز پوشیدہ تھا کہ لوگ دوسری چیزوں کی موجودگی میں کہیں قرآن کی طرف سے غفلت میں نہ پڑ جائیں۔

تیسرا طریقہ تعلیمگاہ یا خانقاہ کی بنیاد کا ہے اصحاب صفہ کے نام سے جو گروہ آج یاد کیا جاتا ہے در اصل ان کو متعلمین قرآن کی جماعت سمجھنا چاہیئے ان کا کام اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ قرآن کو یاد کریں اور اس کے سانچے میں اپنے کو ڈھالیں اور پھر جب جس جگہ تعلیم و تبلیغ قرآن کی ضرورت ہو وہاں پہنچ جائیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ توریت کے کچھ اجزاء لئے ہوئے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ اس میں اچھی باتیں لکھی ہیں کیا ہم اس کو پڑھا کریں۔ صاحبِ قرآن کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور ارشاد ہوا کہ اگر آج موسیٰ بھی ہوتے تو وہ ہماری شریعت کی اتباع کرتے۔

خلیفۂ دوم نے جن کی زندگی کو قرآن مجید سے ایک خاص طرح کا لگاؤ ہے اپنے عہد میں اسی لئے اس سبق کو خاص طور پر دہرایا یہ مسلمانوں کا عظیم الشان خلیفہ جس کے عہدِ مبارک میں انسانی حکومتوں کے قصر فلک بوس زمین پر گر پڑے اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین تارِ عنکبوت کی طرح ٹوٹ کر رہ گئے۔ خود منڈیوں میں جا جا کر لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتا۔ بدوؤں کے لئے قرآن مجید کی تعلیم کو لازمی کر دیا۔ قاریوں اور معلمین قرآن کیلئے بیت المال سے تنخواہیں مقرر کر دیں۔ ابو سفیان کو خاص کر اس کام پر مامور کیا کہ وہ قبائل میں دورے کیا کریں

اور ہر شخص کا امتحان لیا کریں اور جس کو قرآن کی کوئی آیت یاد نہ ہو اس کو سزا دیں۔

دار الخلافت سے جو مقامات دور تھے ان کیلئے بھی انتظامات تھے شام میں حمص، دمشق اور فلسطین کے اندر مدرسین مقرر تھے جن کا کام درسِ قرآن کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اسیطرح نو مسلموں کیلئے بھی انتظام تھا کہ ان کو قرآن مجید کی تعلیم دی جائے۔

اللہ اللہ وہ بھی کیا دور تھا جب کہ بڑی بڑی ملازمتوں کا ملنا بھی قرآن مجید کے علم پر موقوف تھا اور جب درخواست کرنیوالے سے قرآن کی سند مانگی جاتی تھی۔ آپ رضی کا دستور تھا کہ جب کوئی ملازمت کا طالب آتا تو آپ اس سے پوچھتے کہ تجھکو قرآن بھی یاد ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور کسی ملک کی حکومت کا طالب ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تو نے قرآن بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ جا قرآن پڑھنے کے بعد آنا۔ اس لئے کہ تجھکو قرآن کے موافق حکم کرنا ہوگا۔ جب قرآن نہیں پڑھا تو حکومت کیونکر کر سکیگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومت الٰہی کے علمبردار تھے اسلام و قرآن کی روح سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ مسلمان قرآن کا پیامی اور اسلام کا سپاہی ہی ہے سب کے آپ کے عہد میں ہر فوجی جوان کیلئے بھی قرآن مجید کی تلاوت اور مطالعہ ضروری تھا۔ مجاہدین کے ایمان میں جو تازگی اور دین کی حرارت اس سے پیدا ہو سکتی ہے اسکا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

عہد فاروقی رضی میں جسطرح ہر مسلمان بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کو خدا کا سپاہی بنا لیا جاتا اور بیت المال سے اسکے نام کا وظیفہ مقرر ہو جاتا۔ اسیطرح ابتدا میں قرآن سیکھنے والوں کے روزینے بھی مقرر تھے۔

ابتدائے عہد خلافت میں تو آپ نے حکم دیدیا تھا کہ قرآن مجید کے سوا کوئی حدیث بھی بیان نہ کرے۔ آپ رضی کا قول تھا کہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ درحقیقت یہ سب اس بات کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو اسی کی تعلیم ملی تھی خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس ۲۳ سالہ زندگی قرآن کے سوا اور کیا تھی اور پھر جب آپ صلعم دنیا سے تشریف لے گئے تو اللہ کی حفاظت میں اور اس چیز کو چھوڑ گئے۔

قرآنِ کریم کا اندازِ کلام

(مولوی محمد عبد القادر صدیقی نائب منتظم دفتر نظامت سررشتہ علاج حیوانات سرکارِ عالی)

مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے اور آدمی اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے اور یہ بات عملی زندگی میں مسلم الثبوت حقیقت مانی جاتی ہے۔ اس اصل کی روشنی میں قرآنِ کریم کے اندازِ کلام کو ذرا بھی چشمِ انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آواز خالقِ کائنات اور خالقِ فطرت کی ہے جس کی وجہ سے اُس کی طرف دل اس طرح کھیچ جاتا ہے جیسے مقناطیس سے لوہا۔ لوگ گھبراتے ہیں کہ قرآن کی عبارت عربی ہے جو عام فہم نہیں اس میں باہمی کوئی ربط نہیں مضامین سلسلہ وار نہیں۔ کتاب ابواب و فصول میں منقسم نہیں لیکن بادنیٰ تامل یہ باتیں حد درجہ ناقابلِ وثوق اور ناقابلِ اعتنا ہو جاتی ہیں بات اصل میں یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کو اس کتاب کے متعلق چنان وچنین میں ڈالا اور اپنی فہم و فراست سے قید و بند میں جکڑنا ضروری سمجھا انہوں نے اس امر کو سمجھا ہی نہیں کہ خالق و مالک کا اپنی مخلوق و مملوک سے کیا راز و نیاز ہے ہاں کیا تعلق اور کیا پیار ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے کسی عزیز و قریب کو خط لکھتے وقت اس بات کا لحاظ رکھتا ہے کہ اس میں لا یعنی تکلفات کے الفاظ مستعمل ہوں اور ایسا رنگ اس میں پیدا ہو جو بالعموم اپنے مقابل یا حریف سے مخاطب ہوتے وقت ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ جس کا منشا یہ ہے کہ وہ ہم سے ہماری رگِ جان سے بھی قریب ہے جب ہم اُس کی صفات کی جانب توجہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمیع ہے یعنی وہ اپنے بندوں کی باتوں کو ہمیشہ سنتا ہی ہے۔ وہ افعال و اعمال و اقوالِ انسانی کو ہمیشہ دیکھتا ہے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ عالم الغیب ہے۔ قدیر ہے ہمیشہ اپنے بندوں کے لئے اپنی قدرت نمائی کا جلوہ دکھاتا ہے۔ یہاں تک حدیث شریف صحیح میں وارد ہے کہ انسان نوافل پڑھتے پڑھتے خدا کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہے

جن سے وہ چلتا ہے آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے دیکھتا ہے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے۔ غرضکہ مصداق اس شعر کا ہو جاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

ہر انسان معناً اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے پس ایسے مقرب کیلئے حجاب و پردہ کی قیود تکلفات و تصنعات کی پابندیاں ظلم عظیم نہیں تو اور کیا متصور ہو سکتا ہے جسطرح ماں باپ اپنے بچوں سے تنزل اختیار کر کے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر خدائے تعالیٰ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن اس کلام میں ندرت یہ ہوتی ہے کہ وہ بجائے خود اتنا پر حکمت و پر معرفت ہوتا ہے کہ اس سے ہر استعداد کا انسان اپنی اپنی فہم و سمجھ کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے اس کے کئی ظواہر ہوتے ہیں اور کئی بواطن جنکے تفصیلی اظہار کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ غرض اس روشنی میں قرآن کریم کو دیکھا جائے کہ ایک مالک نے اپنے غلاموں کے نام ہدایت نامہ بھیجا ہے اور اس عشق محبت کو مدنظر رکھا جائے جو عبد و معبود میں لابدی ہے تو طرز کلام قرآن نہایت دلکش و دلنشین پیرایہ اختیار کرتا ہے اور حق یہ ہے کہ یہی حق اور درست ہے۔

ایک اور امر لائق لحاظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اس کا کلام بھی لامحدود اثر رکھتا ہے اس پر بھی ہم اپنے عقلی ڈھکوسلے اور ذہنی قواعد و ضوابط استعمال کرنا شروع کریں تو یہ ایک نہایت فاش غلطی ہو گی۔ اس کتاب کو نازل ہو کر ساڑھے تیرہ سو برس ہوتے ہیں۔ اس کی پیروی سے کتنے اولیاء، کتنے اقطاب کتنے برگزیدگان بارگاہ ایزدی ہوئے اس کی تفصیل بے ضرورت ہے کیونکہ یہ بزرگان دین تبلیغ حق کے فریضہ کو ادا کرتے ہوئے تمام دنیا میں پھیل گئے اور مختلف اقطاع عالم میں ان کے مزارات و خانقاہیں اس امر کا کھلا ثبوت ہیں کہ ان کی پاک زندگیاں ان کے پاک جذبات ان کے نمایاں کارنامے بیش بہا کامیابیاں اخلاقی فتوحات سب کی سب محض اس وجہ سے تھیں کہ ان کی گردن قرآن کے جوئے

کے نیچے تھی۔ یہ دلیل بھی اس امر پر ہے کہ قرآن کریم پر بے ترتیبی و بے ربطی و عدم مفاہمت کا الزام ہرگز درست نہیں۔ اس زمانہ میں بھی بندگانِ خدا ایسے ہیں جو اپنے وجود یا وجود سے قرآنی تعلیم و عظمت کو ثابت کر سکتے ہیں۔

غلطی ہماری ہے اور بیشک و بے خطا ہم غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ ہماری ذہنیت قرآن کی نسبت نہایت پست ہوگئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ماحول سائنس و فلسفہ کے اعتراضات سے اس قدر مرعوب ہے کہ وہ یہ باہو کر جواب دینے میں صد درجہ متامل نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ بالکل صاف ہے قرآن چھوٹ گیا۔ فہم قرآن جاتا رہا۔ آنکھ بند کر لینے سے تاریکی کا آنا لازمی ہے۔ روشن آفتاب خفتہ ان کو کوئی روشنی نہیں پہنچا سکتا۔ ہم نے اپنے دلوں کو قرآن سے موڑ لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری تعلیموں نے اس کی جگہ لے لی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز خالی ہوگئی ہے دوسری اس کی جگہ لیتی ہے اسی لئے فلاسفر کہتے ہیں نیکی سے انحراف کر لیا جائے تو معاً بدی کی عملداری شروع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ بدی بدی کو کھینچتی ہے اور نیکی نیکی کو۔ ایک شاعر کیا خوب کہتا ہے:-

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر باز با باز

مسلمانوں کے ادبار و نکبت کی محض یہ وجہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اب قرآن کو یا تو قسم کھا لینے کے لئے استعمال کرتے ہیں یا سوم یا دہم یا چہلم میں میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے برتتے ہیں اگر بہت کچھ ہوا تو یہ کر لیتے ہیں کہ جس وقت کوئی مرنے لگے تو کسی یٰسین خواں کو بلوا کر سورہ یٰسین پڑھوا دی تا کہ اس کا دم فوراً نکل جائے کیونکہ اس کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ یٰسین شریف صرف اسی وقت پڑھی جاتی ہے جبکہ زندگی کی کوئی امید نہ ہو۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ قرآن کو پڑھتا قرآن کو سمجھتا۔ قرآن پر عمل کرتا تو دیکھتا کہ اس کی جاہ و وجاہت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی ہے

یا نہیں۔ جیسا کہ سلف صالح نے ترقی کی یہ ہمی ترقی کرتا اور اپنے اسلاف کا صحیح معنوں میں خلف الرشید ہوتا ہے۔ یہ حقیقت کم و بیش میرے نزدیک آفتاب جیسی روشن ہے کہ قرآن کریم میں ایسی تعلیم موجود ہے جو ہر بچہ ہر بوڑھے ہر جوان ہر لڑکی ہر عورت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ تمدن و معاشرت کا بہترین اساس سیاست مدن روحانیت اتم کا بکلی لحاظ ہے۔ بہ دست بستہ اسی پر زور دوں گا کہ یار سے قرآن سے متنفر نہ ہو جاؤ۔ بلکہ اندر داخل ہو کر مشاہدہ کرو کہ آج کل کی مسموم ہواؤں اور وباؤں کا علاج بتایا گیا ہے یا نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے خدا کی کتاب بس ہے۔ قرآن خود فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بطور وعید حسرت کا فرما گئے کہ افسوس کہ میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ

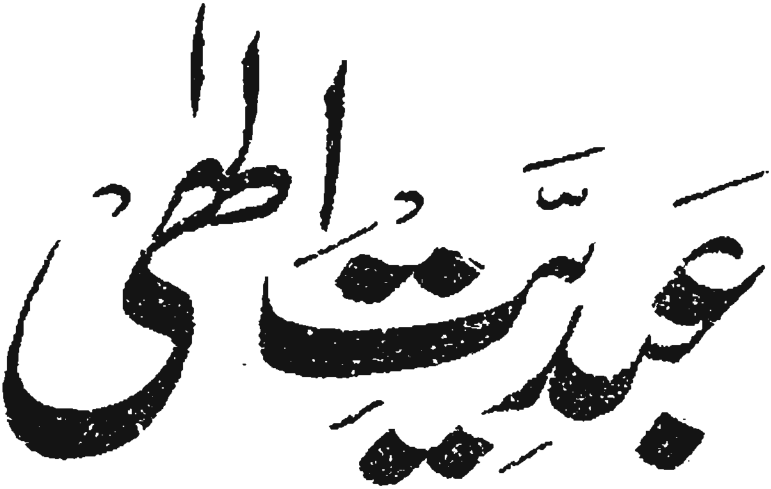
قرآن کا مقام اول علم باری تعالیٰ ہے، پھر لوح محفوظ پھر قلب مطہر جناب خاتم الانبیا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ہے۔

قرآن کی عظمت کا اس سے اندازہ لگانا چاہیئے کہ یہ جس کا کلام ہے وہ خود کیسا ہے ؟ ؟ ؟

انسان جس طرح خلاصہ کائنات ہے اسی طرح قرآن انسان کے پیدا ہونے کی غرض و غایت کا ملخص ہے اور بغیر اس کے انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔

پس ذرا انسان اپنی ہستی پر غور کرے اور قرآن سے اپنے انکار کو دیکھے اور اس کے انجام کو سوچے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ



اصحاب کہف

(۱)

قرآن مجید کا یہ عجیب و غریب قصہ ہے جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ایمان کس طرح محفوظ رکھتی ہیں اور اپنے معبود کے ساتھ اپنی عبدیت کے رشتے کو قائم رکھنے کیلئے کس طرح کتب کچھ چھوڑ دیتی ہیں پھر ان کا آقائے حقیقی انکی کس طرح امداد فرماتا ہے یہ سب کچھ اصحاب کہف کے قصے میں موجود ہے۔

اس قصے کے غیر معمولی نتائج میں ایک نتیجہ یہ بھی ہے جس کو قرآن مجید میں بار تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا۔ اس طرح ہم نے انکی قوم کے لوگوں کو مطلع کر دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ مدیر

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓي اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝

اے صاحب قرآن کیا تو ایسا خیال کرتا ہے کہ غار اور کتبے والے یعنی اصحاب کہف ہماری قدرت کی نشانیوں میں ایک عجیب نشانی تھے؟ یہ کیا دنیا کی معمولی واقعات و معمولی مخلوق سے بھی ہماری قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہیں۔

"ایک زمانے میں چند نوجوان غار میں جا چھپے اور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر اپنی جناب سے رحمت نازل فرما اور جس مقصد کے لیے ہم یہاں پوشیدہ ہوئے ہیں اس میں کامیاب فرما۔

ہم نے انکی دعا کو قبول کیا اور کئی برس تک اس غار میں انکو سلا دیا اسکے بعد پھر جگا دیا تاکہ انکے سونے کی مدت ظاہر ہو جائے۔

اصحاب کہف کا قصہ

اصحاب کہف کے قصے کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝

وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ
إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ۝ هَٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم
بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۝ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا
اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا ۝

اے صاحبِ قرآن! اصحابِ کہف کا قصہ ہم تم سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو صدقِ دل سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور ہم نے بھی ہر روز ان کی ہدایت میں زیادتی کی۔ ان کے دلوں پر استقلال کی گرہ لگا دی کہ جب ان کو غیر خدا کی پرستش پر مجبور کیا جانے لگا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا اور ہجرت پر آمادہ ہو گئے کہ ایسی حالت میں رہنا بھی گناہ ہے جس میں خدا کی نافرمانی پر مجبور کیا جائے۔ ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ لہٰذا ہم تو اللہ کے سوا ہرگز ہرگز کسی کا کلمہ نہیں پڑھیں گے کیونکہ یہ بڑی ہی بیجا بات ہے۔

افسوس ہے ہماری قوم کے لوگوں پر جنہوں نے خدا کے سوا اور معبود اختیار کر رکھے ہیں حالانکہ ان کے معبود ہونے کا یہ لوگ کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے اور حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ بڑا جھوٹا بہتان ہے اس لیے ان لوگوں سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔

بہر حال ان نوجوانوں نے ان حالات کے تحت آپس میں طے کیا کہ جب ہم اپنی قوم کے لوگوں سے اور خدا کے سوا جن کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں ان سے بیزار ہیں اور کنارہ کش ہو چکے ہیں تو اس بستی کو چھوڑ دیں اور چل کر کسی غار میں پناہ لیں۔ ہمیں ہمارا پروردگار اپنی رحمت سے ڈھانپ لیگا اور ہمارے لیے سہولت کے سامان مہیا کر دیگا۔

دقیانوس بادشاہ

کہتے ہیں کہ ملک روم کے دقیانوس بادشاہ نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اس کی بادشاہت میں بتوں کی پرستش کا عام رواج تھا، اس نے ایک بڑے ملک کے چند شہزادوں کو غلام بنا رکھا تھا اور مجبور کرتا تھا کہ یہ بھی اس کے سامنے سر جھکائیں۔ مگر ان توحید پرست شہزادوں نے آپس میں صلاح کی کہ کسی دوسرے مقام کو ہجرت کر جائیں جہاں اپنے پیدا کرنے والے معبودِ برحق

کی دل کھول کر آزادی کے ساتھ عبادت کر سکیں۔

دقیانوس ایک دن تخت پر بیٹھا خدائی کا دعویٰ کر رہا تھا اور لوگ اس کے سامنے سجدہ بجا لا رہے تھے کہ اتنے میں ایک بلی اوپر سے کودی دقیانوس چونک پڑا اور ڈر گیا۔ شہزادوں نے دل میں کہا اگر یہ ملعون خدا ہوتا تو اپنی مخلوق بلی سے کیوں ڈرتا۔

اسی طرح ایک دن دربار میں ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں نمودار ہوا اور دقیانوس سے کہنے لگا کہ اے ملعون اگر تجھکو خدائی کا دعویٰ ہے تو سب سے ادنیٰ جانور مکھی ہے اس کو پیدا کر دے تو ہم سمجھیں کہ تیرا دعویٰ حق ہے۔ دقیانوس نے بہانہ کیا اور کہا کہ ہم ایسا حقیر جانور پیدا کرنا پسند نہیں کرتے۔ فرشتے نے جواب دیا کہ خالقِ کل شئی نے اس کو جو پیدا کیا ہے تو اس میں بھی حکمت ہے کہ خدائی کے جھوٹے دعویداروں کا اس کے پیدا کر سکنے سے عجز ظاہر ہو۔ دقیانوس نے یہ سنکر ندامت سے سر جھکا لیا۔

ہجرت

شہزادے ایماندار تھے اُن کے ایمان اور ان واقعات سے اور بھی زیادتی ہوتی گئی اپنے کئے ہوئے منصوبے کے مطابق آخر ایک دن بادشاہ کے ساتھ گیند کھیلتے کھیلتے گھوڑا بڑھا کر دور نکل گئے شام کا وقت تھا کسی کو کچھ خیال نہ ہوا اور رات بھر چل کر صبح کے وقت ایک پہاڑ کی کھوہ میں داخل ہو گئے چونکہ گھوڑے سے اتر کر پیدل چلے تھے اس لئے تکان سے چور چور تھے نیند نے غلبہ کیا اور تھک کر ایک غار میں سو رہے۔

عجیب و غریب معاملہ کا اظہار

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ

يرجموكم او يعيدوكم في ملتهم ولن تفلحوا اذا ابدا

اور جس طرح سے ہم نے اپنی قدرت سے اُن کو سلا دیا تھا اسیطرح جگا اُٹھایا بھی تاکہ آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ چنانچہ جاگنے کے بعد انہیں میں سے کسی نے کہا بھائیو تم لوگ غار میں کتنی مدت تک رہے انہوں نے جواب دیا کہ ہم بہت رہے ہونگے تو ایک دن یا اس سے بھی کم۔ مگر اسکا فیصلہ نہ ہو سکا اور آخر کار اللہ کی طرف رجوع ہوئے یعنی اس بات کا اقرار کیا کہ اس بات کو ہم نہیں جانتے خدا ہی جانتا ہے کہ ہم لوگ کتنی مدت سے اس غار میں ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

چونکہ یہ لوگ بہت طویل مدت تک سوئے تھے اسلئے بیدار ہوئے تو بھوک کا شدید غلبہ تھا اسلئے فیصلہ ہوا کہ اپنے میں سے ایک شخص کو سکہ دیکر شہر کی طرف بھیجا جائے تاکہ بقدر ضرورت اچھا کھانا لیکر حکمت سے چلا آئے اور کسی کو ہماری خبر نہ ہونے پائے کیونکہ اگر ہماری قوم کے لوگ ہماری خبر پا جائیں گے تو آکر سنگسار کر دینگے یا پھر اپنے دین میں لوٹانے کیلئے سختی کرینگے اور اگر ایسا ہوا تو ہم ہرگز فلاح کو نہیں پا سکیں گے۔

بہر حال ان میں ایک شخص جسکا نام یملیخا تھا وہ سکے لیکر کھانا لانے کو روانہ ہوا مگر ہر چیز اسکے کیلئے نئی تھی راستے مکانات کوئی بھی پہلے جیسے نہ تھے شہر کے دروازے پر پہنچا تو لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ اور شہر میں داخل ہوا تو بتخانوں کی جگہ پر کلیسا نظر آئے دو شخصوں کو دیکھا کہ ایک کہہ رہا ہے مسیح اور دوسرا اللہ کی قسم کھا رہا ہے اور کچھ لوگ انجیل مقدس کی تلاوت کر رہے ہیں بے دینی کی جگہ پر دینداری کا چرچا ہے۔

یملیخا بار بار آنکھوں کو ملتا اور خیال کرتا کہ کہیں میں خواب میں تو نہیں ہوں آخر ایک رات میں اتنا بڑا انقلاب عظیم کیونکر ہو گیا۔

اس حال میں ایک نانبائی کی دکان پر گیا پہلے پوچھا کہ اے بھائی تمہارے بادشاہ کا کیا نام ہے اسنے کہا عبد الرحمن یہ سنکر یملیخا بہت خوش ہوا اور کہنے لگا اگر تو سچ کہتا ہے تو بیشک توحید پرست ہے۔ یہ درہم لے اور اسکے بدلے مجھکو کھانا دے نان پز نے جب درہم لیے تو دیکھا کہ وزن بھی اس کا زیادہ ہے اور کسی سابق زمانہ کا ہے نان پز بولا کہ اے شخص تو نے شاید قدیم زمانے کا خزانہ کہیں سے پایا ہے میں اس کی خبر بادشاہ کو کرتا ہوں یملیخا نے کہا نہ تو میں نے خزانہ پایا ہے نہ

کسی غیر کا مال چھین لیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے اپنی کھجوریں بیچی تھیں اس کی قیمت کے یہ درہم ہیں اور اس بات کو ابھی
کچھ مدت بھی نہیں ہوئی۔ میرا دین یہ ہے کہ میں ایک اللہ کو مانتا ہوں اور لوگوں کو دقیانوس بادشاہ کی عبادت کے ڈر سے چھوڑ گیا
نان بائی نے خفا ہو کر کہا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے دقیانوس کو مرے ہوئے تو تین سو برس گزر چکے ہیں اور اپنے
ظالم کا تو نام بتاتا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اس بحث میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور آخر کار یملیخا سلطوس قاضی
کے پاس حاضر کیا گیا قاضی نے واقعہ سنا تو اسکو بھی یہ گمان ہوا کہ یہ کہیں سے پرانے زمانہ کا خزانہ لایا ہے یملیخا نے اس
بات سے انکار کیا اور کہا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں اور فلاں محلے میں مکان ہے قاضی نے دریافت کیا تو اسکا کچھ پتہ نہیں
چلا آخر کار یہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا بادشاہ کو بھی یہی خیال گزرا کہ اسے دقیانوس کے وقت کا کوئی خزانہ پایا ہے
اسلئے اس نے بھی یہی کہا کہ تجھے تمہارا سارا خزانہ نہیں لینا ہے تم اس میں سے صرف پانچواں حصہ دیدو جو میرے
قانون کے مطابق ہے یملیخا حیران تھا کہ اسکے ساتھ یہ کیا معاملہ گزر رہا ہے بادشاہ کو بھی وہی کہا جو اب تک دوسروں
سے کہہ چکا تھا۔ بادشاہ نے پھر کہا اگر تو سچا ہے تو بتا کہ تجھے کوئی یہاں پہچانتا بھی ہے یملیخا نے کہا ہاں اور پھر ایک
ہزار آدمیوں کے نام بتا دیئے۔ بادشاہ نے حاضرین کی طرف دیکھا سب نے ہاتھ باندھ کر کہا یہ نام ہمارے زمانے
کے نہیں ہیں۔ ہاں ان ناموں کا ایک شخص بھی اس شہر میں نہیں ہے یہ نام اگلے وقتوں کے ہیں۔ اب گھر کی باری
آئی بادشاہ نے یملیخا کے ساتھ اپنے آدمی بھیج کر گھر کا پتہ دریافت کرنا چاہا معتمدان سلطانی ساتھ ہو لئے اور گلی
کوچے پھرتے ہوئے یملیخا ایک حویلی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ یہ میرا مکان ہے حالانکہ اس شہر میں اس وقت
اس سے زیادہ پرانی کوئی مکان نہ تھا اور ... ایک بہت ہی ضعیف ... رشید جس کی پلکیں تک سفید
ہو گئی تھیں گھر سے باہر نکلا اور حیرت سے ہجوم دیکھ ... لوگوں نے ہمارے گھر کو کس سبب گھیرا ہے
معتمدان شاہی نے حقیقت حال بیان کی ... یہ شخص کہتا ہے کہ یہ گھر اس کا ہے یہ سنکر غصہ
میں آیا اور یملیخا سے پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے یملیخا نے اپنا نام بتایا تو بوڑھے نے کہا پھر تو نام بتاؤ
پھر اعادہ کیا اس وقت شیخ بے ساختہ اسکے قدموں پر گر پڑا اور بولا کہ یہ میرا دادا ہے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ

ان نو جوانوں میں سے ایک ہی جو دقیانوس کے خوف سے خدا کی طرف بھاگے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے قصہ کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ عنقریب زندہ ہوں گے۔

اس واقعۂ عجیب کی بادشاہ کو خبر ملی تو وہ سوار ہو کر حاضر ہوا اور یملیخا کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر کر بغلگیر ہوا اور اس کے علاوہ جو لوگ تھے یملیخا کا ہاتھ پاؤں چومتے تھے آخر کار یملیخا سے باقی ہمراہیوں کا حال دریافت کیا تو اس نے مفصل بیان کیا اور کہا کہ وہ غار میں ہیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ اس شہر کے دو بادشاہ تھے ایک مسلمان توحید پرست اور دوسرا نصرانی تثلیث پرست دونوں یملیخا کو لے کر اس غار پر حاضر ہوئے۔ یملیخا نے قریب پہنچ کر کہا مناسب یہ ہے کہ آپ سب لوگ ہجوم کر کے یکبارگی غار کے اندر نہ جائیں وہیں ٹھہرے رہیں کیونکہ ہمارے ساتھیوں کو دقیانوس کا خوف لگا ہوا ہے ممکن ہے کہ آپ لوگوں کو دیکھ کر وہ یہی خیال میں لائیں کہ کوئی نقصان پہنچائیں پہلے میں اندر جا کر ان سے سارا واقعہ اظہار کروں اس کے بعد آپ لوگوں کو بلاؤں گا۔ بادشاہوں نے اس رائے کو پسند کیا اور یملیخا تنہا غار میں پہنچا ساتھیوں نے دیکھ کر کہا خدا کا شکر ہے کہ تو دقیانوس کے شر سے صحیح و سالم واپس آیا یملیخا نے کہا اس بات کو چھوڑو یہ بتاؤ کہ تم کتنی مدت تک سوتے رہے قولہ تعالیٰ لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔ انہوں نے کہا ہم یا تو ایک دن پورا یا ایک دن سے بھی کچھ کم سوئے یملیخا نے کہا نہیں بلکہ تم تین سو نو برس سوئے ہو۔ دقیانوس گیا اب تمہارے شہر کا ایک مسلمان اور ایک نصرانی بادشاہ ہے وہ دونوں تمہاری ملاقات کو آئے ہیں۔ سب نے کہا یملیخا کیا تم چاہتے ہو کہ ہم دنیا میں انگشت نما ہوں اور ہماری وجہ سے فتنہ و فساد پھیلے یملیخا نے کہا آخر کیا ارادہ ہے۔ سب نے کہا کہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاؤ اور ہم بھی ہاتھ اٹھاتے ہیں غرض سب نے مل کر ہاتھ اٹھایا اور جناب باری میں عرض کی کہ خدایا ہم تجھ سے اور کچھ نہیں چاہتے مگر ہماری یہ تمنا ہے کہ ہماری روحوں کو قبض کر لے اور کسی کو ہمارا حال نہ آگاہ کر بارگاہ ایزدی میں انکی دعا قبول ہوئی اور ملک الموت نے انکی روحوں کو قبض کر لیا اور غار کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا۔ جب یملیخا کو بہت عرصہ گزر گیا تو دونوں بادشاہ گھبرا کر غار کے پاس آئے اور کئی روز تک اس کے ہر چہار طرف دروازے کی تلاش میں رہے مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔ سب کو تعجب ہوا اور

حیران رہ گئی اور ان کا حال محلِ عبرت بن گیا۔ واقعہ چونکہ عجیب و غریب اور عظیم الشان تھا اسلئے اسکی یادگار قائم کرنیکا خیال ہوا۔ اب بحث چھڑی کہ اس مقام پر کس کی طرف سے بطور یادگار عبادتخانہ بنایا جائے۔ نصرانی بادشاہ کا جواب تھا کہ یہ ہمارے دین پر تھے اسلئے ہم یہاں کلیسا بنائیں گے اور مسلمان بادشاہ کا کہنا تھا کہ نہیں یہ مسلمان تھے اسلئے ہم مسجد بنائیں گے۔

قولہ تعالیٰ۔ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا۔

اصحابِ کہف کی گنتی اور سگِ اصحابِ کہف

اصحابِ کہف کتنے تھے انکی گنتی خدا ہی کو معلوم ہے۔ مگر اتنا معلوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کر گئے چلے تو پیچھے ایک کتا بھی ہو لیا تھا۔ ان لوگوں نے بہت چاہا کہ اسکو بھگا دیں مگر اسنے پیچھا نہ چھوڑا مجبور ہو کر رہنے دیا۔ انکے ساتھ وہ بھی غار میں داخل ہو گیا تھا اور جو معاملہ ان کے ساتھ گزرا وہ بھی اسمیں برابر کا شریک رہا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۔ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۔ "اے مخاطب اگر تو اصحاب کہف کو ایسے وقت دیکھے جبکہ آفتاب نکل رہا ہو تو اُن کے غار سے داہنی طرف کو بچا ہوا رہتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو کتراجاتا ہے اور یہ بات غار کی تنگی کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ تو بہت کشادہ ہے بلکہ اسلئے کہ وہ آفتاب کی تمازت سے محفوظ رہیں اور روشنی بھی ملتی رہے جسمیں آرام سے سوتے رہیں سو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں سے ایک قدرت ہے جسکو خدا ہدایت دے وہی راہ راست پر ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کریں تو اسکا کارساز اور رستہ دکھلانیوالا کوئی نہیں ہے۔" اور اے مخاطب اصحاب کہف اس حال میں اپنے غار کے اندر پڑے سوتے رہیں اگر تو ان کو دیکھے تو سمجھے کہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم انکو داہنے بائیں کروٹیں بھی بدلواتے ہیں اور انکا ایک کتا بھی ہے جو غار کے در پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے سو رہا ہے۔ اگر اے مخاطب اس حال میں تو ان کو غار کے اندر جھانک کر دیکھے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی صورت حال کا ایسا رعب ہے کہ تجھ میں ایک دہشت سما جائے"۔

محبتِ الٰہی

عشق اور محبت

(مولانا مولوی صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب رضا شمس آبادی)

یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ کی خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو خدائے پاک کے ساتھ محبت کے معاملہ میں برابر تولتے تھے لیکن ایمان والوں کا معاملہ اس کے برعکس تھا کیونکہ ان کو خدائے پاک کے ساتھ محبت زیادہ تھی۔

مگر آیۂ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اہل شرک بھی محبت رکھتے ہیں صرف کمی اور بیشی کا سوال باقی رہ جاتا ہے اور یہی چیز اصل محبت قرار پاتی ہے۔

مشرک خدا کو بھی چاہتا ہے اور بتوں کو بھی لیکن ایماندار خدا کی محبت میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اسکے سمع و بصر میں خدا کے سوا کسی کا شہود ہی نہیں ہوتا حدیث حتی کنت سمعہ و بصرہ کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے اور اسی شدید محبت کا نام عشق ہے۔

قرآن پاک میں عشق کا لفظ مستعمل نہیں ہوا ہے البتہ اس کی تعبیر اشد حبا سے کی گئی ہے گویا زیادتی محبت خود عشق ہے مطلب یہ ہے کہ محبت جب دل کو ڈھانپ لیتی ہے تو اس محبت کا نام عشق قرار پاتا ہے جیسے [illegible] غوطہ [illegible] آپ کے وجود پر ہو چکا اب جس طرف دیکھیں گے پانی ہی پانی ہوگا اور [illegible]

فانی فی الحق

مومن بذریعہ عشق یعنی اشد اور اقوی محبت کے فانی فی الحق ہو جاتا ہے [illegible] بند ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ [illegible] پاتا ہے وہ مقام [illegible] فانی فی الحق کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔

مثال

قرآن مجید میں ذات باری تعالیٰ [illegible] حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا زلیخا کے دل [illegible] یہاں تک کہ گویا محبت اس کے دل کی [illegible]

بن گئی اور شغاف اُس جھلی کو کہتے ہیں جو دل کے اوپر منڈھی ہوئی رہتی ہے۔ اور دل اُس جھلی میں بند رہتا ہے توگویا محبت زلیخا کے دل کی شغاف بن گئی مراد یہ کہ قرآن نے زلیخا کو محبت کی یاد میں کس طرح سے ڈھکا ہوا بتایا مومن کی مثال ایسی ہی ہونی چاہئے کہ خدا کے پاک کے سوا اس کے دل میں کسی کی محبت گھر بنا ہی نہ سکے

مومن کے دل کی مثال آئینہ کی

مومن کے دل کی مثال آئینہ کی سی ہے جس کے اندر وہی تصویر پیدا ہوتی ہے جو حواس خمسہ کے ذریعے اسکے اندر اترتی ہے۔ تو مومن کے جب حواس خمسہ میں ایک ذات وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کا جلوہ ہی نہیں ہے تو کسی غیر کی صورت کا عکس اس کے دل کے آئینہ میں کیونکر پیدا ہو سکیگا محبوب تو وہی ہوتا ہے جو دل میں اور دل میں وہی ہوتا ہے جو محبوب ہوتا ہے پس مومن کے لئے اللہ کے سوا دوسرا کون محبوب ہے۔

معلوم ہوا کہ دل میں شئے جو آتی ہے وہ حواس خمسہ کے دروازوں سے آتی ہے اور مومن وہ ہے جس کے دل کا دروازہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا سب کیلئے بند ہوتا ہے تو جب غیر کیلئے دروازہ ہی بند ہے تو مومن کے دل میں غیر کا آنا محال ہے لہٰذا مومن کے دل میں خدا ہی خدا ہوگا کیونکہ خدا ہی اس کا محبوب خدا ہی اس کا معشوق خدا ہی اسکا مطلوب اور خدا ہی اسکا مقصود و مراد ہے۔

خدا اور غیر خدا کی محبت

ہم نے بتلایا ہے کہ دل میں جس شئی کا جلوہ ہوتا ہے وہی محبوب ہوتی ہے لیکن دل میں بعض وقت ایک شئے رہتی ہے اور نکل جاتی ہے پھر دوسری آتی ہے پھر تیسری آتی ہے۔ اسطرح متعدد شکلیں دل کے اندر آتی اور جاتی ہیں اور یہ بات بیان کرنے کے لائق ہے کہ دل کے اندر دو صورتوں کی ایک وقت گنجائش نہیں ہے جس وقت جو شئی دل کے اندر ہوگی وہی دل کی مالک اور مختار ہوگی۔ دل کے اندر آئی ہوئی محبت جب تک خود نکل نہ جائے یا نکالی نہ جائے دوسری شئے کی سمائی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جب دل میں غیر خدا کی محبت ہے تو خدا کی محبت جگہ نہ پا سکے گی اور اگر خدا کی محبت ہے تو غیر خدا کی محبت باقی نہ رہیگی۔ دل میں خدا ہے تو غیر نہیں ہے اور اگر غیر ہے تو خدا نہیں اس کو قاعدہ کلیہ کے طور پر تسلیم کرلینا چاہیئے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بت اور خدا دونوں کی محبت کی برابر برابر ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک ہی آن میں دل کے اندر اپنے اپنے حصے کے لحاظ سے بت بھی ہیں اور خدا بھی کیونکہ بت پرست بھی متفق ہیں کہ نفس ناطقہ آن واحد میں دو کام نہیں کر سکتی۔ یا دو شئی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے جب دل یہ ہے تو ظاہر ہے کہ بت اور خدا دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا محال ہے لیکن قرآن مجید میں یحبونھم کحب اللہ موجود ہے

جس کا مطلب دونوں مجنونوں کا برابر برابر ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اسکا یہ مطلب ہے کہ کبھی بت کی صورت دل میں آجاتی ہے اور کبھی خدا کی اور یہی شرک ہے اور جسکے دل میں کبھی خدا ہو اور کبھی غیر خدا وہ مشرک ہے پس صاحب دل یہاں سے اس بات کا تصفیہ کر سکتا ہے کہ وہ مومن ہے یا مشرک۔

مومن و مشرک

مومن وہ ہے جس کے دل میں خدا کے سوا کسی کی محبت نہ ہو بلکہ اسکی توجہ کسی آن بھی غیر خدا کی طرف نہ ہو اور مشرک اسکو سمجھنا چاہیے جسکے دل میں کبھی خدا ہو اور کبھی غیر خدا۔ اسکا دل کبھی خدا کی طرف متوجہ ہو اور کبھی غیر خدا کیطرف اور یحبونھم کحب اللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔

اللہ تعالی نے مشرک کے دل سے اپنی محبت کی نفی نہیں کی ہے یہ نہیں فرمایا کہ مشرک مجھ سے محبت نہیں رکھتے بلکہ مجھ سے محبت اتنی ہی رکھتے ہیں جتنی کہ بتوں کی۔ اور لطف یہ ہے کہ مشرک حق تعالی کے اس فرمان مقدس کے بموجب خدا اور غیر خدا دونوں سے برابر برابر محبت رکھتا ہے اور پھر بھی مشرک ہے اور اگر غیر خدا کی محبت غالب ہو تو نہیں معلوم کہ اسکا نام قرآن کی اصطلاح میں خدا کے نزدیک کیا ہے۔ آپ بتائیے کہ آپ اپنی بال بچے، مال و دولت، عزت و آبرو، جاہ و ثروت وغیرہ اور خدا سے برابر کی محبت ہموزن رکھتے ہیں یا کم و بیش۔ اگر ہموزن ہے تو آپ مشرک ہیں اور خدا کی محبت غالب ہے تو مومن اور خدا نخواستہ اگر کہیں غیر خدا کی محبت غالب ہے تو ہم کو آپ کا نام نہیں معلوم۔ کیونکہ مرتد۔ زندیق۔ منافق اور کافر و مشرک کے الفاظ تو قرآن مجید میں ملتے ہیں لیکن اس کیلئے کوئی لفظ ہی نہیں۔

ایک اور شبہ کا ازالہ

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اللہ تعالی طاقت سے زیادہ کسی امر کی کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا اور درحقیقت شریعت بھی یہی ہے۔ اسلئے یہاں سے اس دوسرے شبہ کا ازالہ بھی ہونا چاہیے کہ النکاح من سنتی، ان لزوجک علیک حق، ان لنفسک علیک حق اور الکاسب حبیب اللہ وغیرہ کا کیا مطلب ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ توجہ الی الغیر جو احکامات قرآنیہ یعنی مرضیات الٰہیہ کے خلاف ہو وہی ممنوع ہیں۔ اور جب آپ کی توجہ بامتثال احکام قرآن اپنی تجارت، اپنی نوکری، اپنی کاشتکاری یہانتک کہ گائے بیل بکری وغیرہ کی طرف بھی ہے تو وہی توجہ الی اللہ ہے۔ اسیطرح اگر آپنے بحکم قرآن کسی شیئ کی طرف سے رخ پھیر لیا ہے تو وہ بھی توجہ الی اللہ ہے اور آپکے محبوب حقیقی کا ہی شہود آپکے دل میں جاگزین اور آپکے حواس

ظاہری و باطنی پر مشتمل ہے اور یہی الحب للہ و البغض للہ کا بھی مطلب ہے جو شرطِ ایمان بھی ہے۔

ایمان تحقیقی

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا حقیقی معنے جو منصوص از کتاب و سنت ہے۔ اور بزرگان دین کا دستاویز اور زندگی کا دستور العمل ہے۔ یہ دوسری وجہ اوپر کی بیان کی ہوئی پہلی وجہ سے بہت بلند اور اعلیٰ و ارفع ہے اس کا حصول ہی لا الہ الا اللہ کا تحقیقی ایمان ہے۔ ایسا مومن غیب سے شہود کے دربار میں آجاتا ہے۔ کل من علیہا فان کا جلوہ ہر آن اس کے پیش نظر ہوتا ہے اور ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کے خلوت خانہ خاص میں اس کی سکونت ہوتی ہے۔ قیامت کبریٰ اسی قائم کرلی ہوتی ہے اور اس کے دل کے اندر سے لمن الملک الیوم کی صدا بلند ہوتی ہے۔

مومن مذکورہ بالا سہ ذریعہ سے ہی اشد حبا للہ کے درجہ تک سانی حاصل کر سکتا ہے یعنی ایک تو یہ کہ اپنی جملہ توجہات کی باگ حق تعالیٰ کے ارادے کے ہاتھوں میں دیدی جائے دوسرے یہ کہ کلمہ طیبہ کا تحقیقی ایمان حاصل کرلیا جائے پہلا راستہ عوام کیلئے ہے اور دوسرا خواص کیلئے۔ بیانات سابقہ سے عشق کے باہمی اقسام بھی ظاہر ہو چکے ہیں یعنی دل میں جو شئے آکر ملی جاتی ہے وہ محبت ہے اور جو متمکن ہو جائے وہ عشق ہے اور اسکو قرآن کی اصطلاح میں اشد حبا یا قد شغفہا حبا سے تعبیر کیا گیا ہے اور عاشق و معشوق کی محبت کی جسقدر کرشمے یا اقسام لوگوں نے بیان کئے ہیں اس سے عشق کے ہی کرشمے مقصود و متصور ہیں یعنی جبتک کہ محبت عشق کا درجہ حاصل نہیں کر لیتی اسوقت تک وہ کرشمے وہ نیرنگیاں وہ سوز و گداز وہ آہ و فغان وہ نالہ و شیون اور شہود محبوب جو ہر ذرات کی صورت میں عین محبوب بنکر جلوہ گر ہو حاصل نہیں ہو سکتے کیونکہ افراط محبت کے ہی معنی ہیں کہ محبوب محب کی ہر مناسب چیز میں اتر جائے اور جملہ پر محبوب کا قبضہ ہو جائے اور محب معطل بیکار اور مردہ بنجائے جس کے متعلق مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

زندہ معشوق است و عاشق مردۂ جملہ معشوق است و عاشق پردۂ

معشوق ہی زندہ ہے اور عاشق مردہ اور سب معشوق ہی معشوق ہے یعنی عاشق کے اندر جو کچھ ہے وہ جملہ معشوق ہی ہے مگر ظاہری صورت میں عاشق اس خیالی معشوق کا بھی پردہ ہے اور اسی جذبہ کا نام عشق ہے اور ایسے محب کا نام عاشق اور ایسے محبوب کا نام معشوق

قرآن کے شیدائی

حبیب کلبی رض

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

اور جو کوئی اللہ سے ڈریگا اس کیلئے نجات کی راہ پیدا ہوجائیگی۔ اور اس کو ایسے رستے سے رزق دیگا جو سمجھ میں نہیں آئے گا

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا اور غلہ نایاب ہوگیا یہاں تک کہ اگر کوئی اس کا بندوبست کرتا بھی تو پوشیدہ طور پر۔ حبیب کلبی رض جو نہایت حسین اور نوجوان مسلمان تھے اس فکر میں گھر سے نکلے کہ کہیں سے کچھ غلہ مل سکے تو خرید کرلے آئیں۔ اتفاق سے ان کا گزر ایک نصرانی کے گھر کی طرف سے ہوا۔ نصرانی گھر پر موجود نہ تھا اس کی عورت جو نہایت خوبصورت اور جوان تھی اس کی نگاہ ان پر پڑگئی وہ دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئی اور اپنی لونڈی کو دوڑایا کہ اس جوان کو اندر بلالا اور کہہ اگر غلہ لینا چاہتا ہی تو آکر ہمارے پاس سے خرید لے۔ لونڈی آئی اور ان سے کہا کہ اگر تم کو غلہ کی ضرورت ہے تو میری مالکہ کے پاس چل کر جتنا چاہو خرید لو۔ حبیب کلبی یہ سنکر لوٹے اور نصرانیہ کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔ نصرانیہ نے پھر کہلا بھیجا کہ اگر غلہ میں باہر نکالوں گی تو ہجوم ہوگا اس لئے بہتر ہے کہ تم اونٹ کو باہر باندھ دو اور خود اندر چلے آؤ۔ حضرت حبیب رض نے ایسا ہی کیا اس کے بعد نصرانیہ نے لونڈی کو اشارہ کیا اور وہ باہر کا دروازہ جاکر مقفل کر آئی۔ اب نصرانیہ آراستہ ہوکر حضرت حبیب رض کے پاس آئی اور ان کو فسق و فجور میں آلودہ کرنا چاہا۔ آپ کو جب اس کا بد ارادہ معلوم ہوا تو اٹھ کر دروازے پر آئے تاکہ باہر نکل جائیں مگر دیکھا تو دروازہ کو مقفل پایا۔ ناچار اپنا سر زانو پر رکھ کر حیران کھڑے ہوگئے کہ اب کیا کریں۔

نصرانیہ نے اب بھی ان کی پاک طبیعت کا اندازہ نہیں کیا اور پیچھے سے آکر کہنے لگی کہ اے شخص تو بھی جوان اور حسین ہے اور میں بھی جوان اور شکیل ہوں، اتفاق سے گھر بھی خالی ہے، میرا خاوند سفر کو گیا ہے ایسا موقع ہمیشہ ہاتھ نہیں آیا کرتا۔ غنیمت جان اور آ کہ ہم اور تو باہم وصال کے مزے لوٹیں اور عیش و عشرت میں مصروف ہوں غلّا اور مال بہت ہے کچھ دن بے فکری کے ساتھ بسر ہوں گی جب میرا خاوند آئیگا تو تو بھی اپنے گھر چلے جانا۔

حضرت حبیب کلبیؓ نے نصرانیہ کی گفتگو سنکر فرمایا کہ اے ماں مجھ سے کسی حال میں خدا کی نافرمانی کا کوئی کام نہ ہوگا۔ وہ بولی اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو چھوکریوں کو حکم دوں گی کہ کوٹھے پر چڑھ کر پکاریں کہ لوگو ایک نوجوان مکر سے گھر میں گھس آیا ہے اور بری نیت رکھتا ہے تاکہ میری مالکہ کی عصمت میں فرق ڈالے یہاں تک کہ یہ خبر تمہارے رسول تک پہنچے گی اور تم تمام مدینہ میں فضیحت ہو گے۔

حبیب کلبیؓ نے جواب دیا کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میری جان قربان ہو میں نہ دنیا میں رسوا ہونا چاہتا ہوں نہ عاقبت میں۔ نصرانیہ بولی کہ میں تجھ کو لونڈیوں سے پریشان کراؤں گی ورنہ میری رضامندی قبول کر۔

حبیب کلبیؓ نے کہا تیرا جو جی چاہے کر مگر مجھ سے یہ نالائق کام کبھی نہ ہو سکے گا۔

عورت نے دامن پکڑ لیا اور مجبور کرنے پر آمادہ ہو گئی حضرت حبیبؓ نے کہا ذرا صبر سے کام لے میں جائے ضرور کو جانا چاہتا ہوں وہاں سے فارغ ہو آؤں۔ عورت نے جگہ بتا دی طشت و آفتابہ رکھوا دیا اور سمجھی کہ اب مطلب برآری کا وقت آگیا ہے اس لیے مطمئن ہو کر بیٹھی۔ ادھر یہ حجرے میں گئے اور کمر سے چھری نکال کر اپنا عضوِ تناسل کاٹنا چاہا۔ چھری ایسی کند ہو گئی کہ یہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے یہ حال دیکھ کر بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اٹھایا اور کہا خداوندا! جو حبیبؓ کے اختیار میں تھا کر چکا اب تیری دستگیری اور تیرے فضل کا امیدوار ہے“۔

حضرت حبیب کلبیؓ کی دعا ختم ... ہوئی حجرے کی دیوار پھٹ گئی اور یہ باہر نکل کر اپنے اونٹ
کے پاس آئے دیکھا تو اونٹ غائب تھا ... ہو گیا ... پس آپ آئے اور اس وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

ایک دوسرا واقعہ

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی مقام کے حکومت کی خدمت طلب کی۔ امیر المومنین نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تو نے قرآن بھی پڑھا ہے اور یہ آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی کہیں کے حاکم ہونے کی خدمت طلب کرتا تو آپ اُس سے یہی سوال کیا کرتے تھے کہ تجھکو قرآن بھی یاد ہے یا نہیں۔

شخص مذکور نے جواب دیا کہ میں نے قرآن کو نہیں پڑھا ہے آپ کا ارشاد ہوا جا اور قرآن پڑھنے کے بعد میرے پاس آ اُس وقت تجھکو کہیں کا حاکم بنایا جا سکیگا۔ قرآن کا جاننا تجھکو اسلئے ضرور ہے کہ اسکے مطابق تجھکو حکومت کرنا ہوگی اور جب تو قرآن سے ہی واقف نہ ہوگا تو حکم کیونکر کر سکیگا۔

سائل بارگاہِ رسالت سے رخصت ہو کر گھر پہنچا اور قرآن کے سیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ مگر ایک عرصہ گزر گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

حضرت امیر المومنین ایکمرتبہ کہیں تشریف لیجا رہے تھے کہ اتفاقاً اُس شخص سے ملاقات ہو گئی آپ نے فرمایا کہ آ فلانے ہم سے ملنا اُس نے جواب دیا کہ یا امیر المومنین آپ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی آپ سے ملنا ترک کرے مگر مجھے قرآن میں ایک ایسی آیت ملگئی ہے جس نے آپ سے بے پروا کر دیا امیر المومنین نے کہا وہ کونسی آیت ہے پڑھ کہ میں بھی سنوں۔ اُسنے کہا یا امیر المومنین سماعت فرمائیے وہ آیت شریف یہ ہے

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

خـــالی صفحـــه

معنی دار قرآن مجید

مع

بچوں کی تفسیر

آٹھ روپے

معنی دار پارۂ عم

مع

بچوں کی تفسیر

ایک روپیہ

ملنے کا پتہ تحریک قرآن اکیڈمی حیدرآباد دکن

مطبوعۂ اعظم اسٹیم پریس